قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾

لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾ [الانعام: ١٦٢، ١٦٣]

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔

سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم وبیش را

ستمبر-اکتوبر ۲۰۱۴ء / ذی قعدہ-ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

**ستمبر-اکتوبر ۲۰۱۴ء / ذی قعدہ-ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ**

سرپرست **عبدالسلام سلفی**

مدیر **سعید احمد بستوی** نائب مدیر **عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی**

مجلس ادارت

- محمد مقیم فیضی
- عبدالواحد انور یوسفی
- عبید اللہ سلفی
- عبدالمعید مدنی (علیگ)
- عبدالجبار سلفی
- ڈاکٹر عبدالمبین خان

بدل اشتراک : • فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے



پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

Office Subai Jamiat Ahlehadees Mumbai
14-15,Chunawala Compound, Opp.BEST Bus Depot,L.B.S. Marg,Kurla(w)Mumbai-70

email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com فون: 022-26520077 فیکس: 022-26520066

# نگارشات

حلقۂ قرآن

# منشیات-پلید اور شیطانی عمل

● سعید احمد بستوی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۹۰ [۵:۹۰]

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔

شراب نوشی کی مذمت جہاں کی ساری قوموں میں پائی جاتی ہے کوئی قوم یا کوئی شخص کوئی ملک ایسا نہیں جہاں مے نوشی کو برا کام نہ جانا جاتا ہو۔ مگر آج تک کسی ملک یا مذاہب یا قوم نے اسے کھلے لفظوں میں اپنے عوام کے لئے حرام قرار دیا ہو، یہ طرۂ امتیاز صرف اور صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اسلام نے مرحلہ وار کلی طور پر اسے حرام قرار دیا۔

قرآن کریم میں حرمت شراب کے سلسلہ میں تین آیتیں ہیں جو مختلف اوقا تمیں یکے بعد دیگرے حسب ضرورت نازل ہوئیں۔

(۱) سب سے پہلے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ

(البقرہ:۲۱۹) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

یہ شراب اور جوئے کے متعلق پہلا حکم ہے جس میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے تا کہ ذہن سازی ہو اور طبعیت حرمت کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

(۲) اس کے بعد دوسری آیت کریمہ کا نزول ہوا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء:۴۳)

اے ایمان والو! جب تم نشے میں مست ہو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ، جب تک کہ اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو۔

اس آیت کریمہ میں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کردی گئی جس کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں نے نماز کے اوقات میں شراب پینی ہی چھوڑ دی۔

(۳) يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۹۰ [مائدہ:۹۰]

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر، یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔

معلوم ہوا کہ شراب جوا وغیرہ انتہائی بدترین اور قابل نفرت ومذمت ہے جس میں فائدے کے بجائے نقصان زیادہ ہے یہ وہ

مہلک چیز ہے جو انسان کو نکماو ناکارہ بنا کر رکھ دیتی ہے۔

حدیث مبارکہ میں آیا ہے ''الخمر جماع الاثم'' شراب سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں شراب کے لئے لفظ خمر کا استعمال کیا گیا ہے، خمر کی تعریف حضرت عمر نے اپنے ایک خطبہ میں اس طرح بیان کیا تھا ''الخمر ماخر العقل''، یعنی خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے، اسلام نے کسی مخصوص قسم کی شراب کو حرام نہیں قرار دیا بلکہ ہر وہ نشہ آور چیز جو انسان کے سوچنے سمجھنے کی قوت کو زائل و متاثر کردے' اللہ کے نبی محمد ﷺ نے فرمایا ''کل مسکر خمر وکل مسکر حرام'' (مسلم) اور ہر نشہ آور شئے کا شمار شراب میں ہے اور ہر نشہ آور شئے حرام ہے۔

شریعت اسلامیہ نے کم اور زیادہ کی تفریق نہیں کی بلکہ کلی طور سے اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ شراب چاہے کم ہو زیادہ اس کا پینا حرام ہے، بعض فقہاء احناف کہتے ہیں قدر قلیل تھوڑی مقدار میں ہے تو حرج نہیں یہ ان کی اپنی بات ہے، حالانکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام'' کسی چیز کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

شریعت اسلامیہ میں شراب کا پینا، پلانا، بیچنا، خریدنا اور بنانا سب حرام ہے حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " لعن الله الخمر، وشاربها وساقيها، وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه" (ابوداؤد) شراب پر، پینے پلانے والے پر، اس کی خرید وفروخت کرنے والے پر، اس کو نچوڑنے و نچوڑوانے والے پر، اس کو اٹھانے والے پر اور جس کے پاس اٹھا کر لے جائی جائے اس پر، اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

شراب پینا پلانا تو دور کی بات اس سے علاج کرنا بھی شرعا حرام ہے، طارق بن سوید جعفی نے نبی کریم ﷺ سے شراب کے استعمال کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں منع فرمایا، انہوں نے عرض کیا ''انما اصنعها للدواء'' میں تو اسے بطور دوا استعمال کروں گا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''انه ليس بدواء لكنه داء''، یہ دوا نہیں بلکہ یہ خود بیماری ہے۔ (مسلم)

اس ضمن میں وہ ساری چیزیں آجاتی ہیں جن کو آج کل بے دھڑک لوگ استعمال کرتے ہیں۔

مثلاً تمباکو، سگریٹ، گٹکا، افیم، چرس، گانجا، بھنگ، یہ جملہ منشیات کو شریعت نے حرام قرار دی اہے۔ اگر کوئی شخص مذکورہ بالا چیزوں کا استعمال کرتا ہے تو وہ حرام کا ارتکاب کرتا ہے بعض نام نہاد صوفی خانقاہوں میں اعراس و موالید جہاں ہوتے ہیں ان جگہوں میں بکثرت اس کا چلن ہے۔ کوئی بھی اس کو برا نہیں مانتا رقص وسماع کی محفل گرم ہے اور اس کے ساتھ چرس بھنگ گانجے کا دھواں بھی اٹھ رہا ہے جو کہ قطعاً حرام و ناجائز ہے، کیا ہو گیا ان پیروں فقیروں ملنگوں کو جنہوں نے یہ رواج بنا رکھا ہے نبی کریم ﷺ کی نگاہ میں شرابی اس قدر ذلیل تھا کہ جب کوئی شرابی بدمست آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو اللہ کے رسول ﷺ اس کی پٹائی کا حکم فرماتے اور جو آدمی وہاں موجود ہوتا وہ اسے جوتا چپل، لاٹھی، ڈنڈا، غرض جس سے چاہتا اس سے مارتا۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں لایا گیا جو شراب سے بدمست تھا آپ ﷺ نے اسکی پٹائی کا حکم فرمایا: "فمنا من يضرب بيده ومنا من يضرب بنعله، ومنا من يضرب بثوبه" ہم میں سے کوئی اسے تھپڑ سے مار رہا تھا کوئی جوتا چپل سے اور کوئی کپڑا لپیٹ کر اسے پیٹ رہا تھا۔

جب وہ واپس ہوا تو ایک آدمی نے کہا۔ اسے کیا ہو گیا ہے کہ

شراب پیتا ہے اللہ تعالی اس کو غارت کرے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لاتكونوا عون الشيطان على اخيكم ,تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو۔(بخاری)

شراب ایسی لت ہے کہ شرابی اپنے محارم کی حفاظت نہیں کرسکتا کیونکہ بدمستی میں اسے خرمستی سوجھتی ہے اور محرم وغیر محرم میں کوئی فرق ہی نہیں کر پاتا۔ان پر بھی حالت نشہ میں دست درازیاں کر بیٹھتا ہے،شرابی گناہوں میں لت پت تو ہوتا ہی ہے، غلاظتوں ،گندی نالیوں، اسٹیشنوں، چوراہوں، بس اسٹینڈ اور ریلوے پلیٹ فارموں پر شرابی بدمست ہوکر پڑے رہتے ہیں۔

حالت یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات کوئی ننگا پڑا رہتا ہے اور کوئی پاخانہ پیشاب کو ہاتھ لگا رہا ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ایسے لوگوں کے یہاں نہ کوئی رشتہ ناطہ جوڑتا ہے نہ سماج ومعاشرے میں اس کی عزت ہوتی ہے بلکہ وہ دنیا کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہے۔آپ نے فرمایا شرابی کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا جب مسلمان شراب پینے لگتا ہے اس وقت اس کا ایمان نکل جاتا ہے۔ (بخاری)

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں کہ شرابی کتنے احمق لوگ ہیں کہ اپنی ہی دولت خرچ کر کے دنیا وآخرت میں رسوائی خریدتے ہیں،اس لئے حسن بصری کہتے ہیں،اگر عقل خریدی جاسکتی تو لوگ بڑھ چڑھ کر اس کی قیمت لگاتے اور اسے خریدتے لیکن تعجب ہے اس شخص پر جو اس چیز کو خریدنے میں اپنا پیسہ صرف کرتا ہے جو اس کی قیمتی شئی عقل کو برباد کرتی ہے۔

اللہ تعالی اس عادت خبیثہ سے ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے، آمین یارب العالمین

(بقیہ:ص ۱۶ کا)

تاہم اگر کوئی قربانی کرے تو اس میں سے کچھ بھی نہ کھائے، بلکہ سارے حصے اور گوشت کو صدقہ کردے۔(ترمذی ابواب الاضاحی: حدیث:۱۴۹۵)

## ایام تشریق ذی الحجہ کی ۱۳ رتاریخ تک :

☆ قربانی ذی الحجہ کی ۱۳ رتاریخ شام تک کرنا مشروع ہے اسی کو ایام تشریق کہا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سارا ایام تشریق ذبح کا دن ہے،، (صحيح الجامع : ۴۵۳۷)

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے سال میں ۶ ردن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے،عید الفطر،عید الاضحیٰ ، تین دن ایام تشریق ، اور خاص کر کے جمعہ کا دن (صحيح الجامع : ۶۹۶۱)

اس حدیث میں یوم النحر کے بعد تین دن نبی کریم ﷺ نے ایام تشریق بتایا ہے جس میں روزہ رکھنا منع ہے، کیونکہ یہ قربانی کے دن ہیں۔اللہ تعالی ہم سب کو قربانی جیسی عظیم عبادت کو خالص لوجہ اللہ اور سنت کے مطابق انجام دینے کی توفیق دے ،اور ہماری قربانیوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔۔آمین

حلقۂ حدیث

# اسلام کے خلاف امتوں کے ہجوم کا بیان

● ابوسلمان بستوی

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزَعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.

[سنن أبي داود (4/111، حدیث 4297)]۔

ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا وقت آنے والا ہے کہ دوسری امتیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے والے اپنے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں، کسی نے کہا: کیا ان دنوں ایسا ہماری قلت اور کمی کی وجہ سے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ تم ان دنوں بہت زیادہ ہوگے، لیکن جھاگ کے مانند ہوگے، جس طرح کہ سیلاب کا جھاگ ہوتا ہے، اللہ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا، پوچھنے والے نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہن سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔

تشریح: جس طرح بہت سے لوگ کھانا کھانے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دے کر بلاتے ہیں اور پھر وہ سب کے سب کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں، اسی طرح غیر مسلم ریاستیں، اور ادارے بھی ملت اسلامیہ کا گھیراؤ کرنے اور اسے نیست ونابود کرنے نیز بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گی، تحریکیں چلائیں گی، اور منصوبے تیار کریں گی، وطن عزیز میں بڑی پلاننگ کے ساتھ اسلام دشمن طاقتیں حکومت پر قابض ہوگئیں اور ان کے عزائم و ارادے بیانات، اشتہار بازی، سیاسی دھاچوکڑی اسی کا نتیجہ ہے، کسی نے ہندو راشٹر کا خواب دیکھا، کسی نے کہا اب یہاں تمہارا کیا ہے؟ ’الکفر ملۃ واحدۃ‘ کسی نے لو جہاد کا نعرہ چھیڑا، کسی نے خانماں برباد لوگوں کی جھونپڑیوں پر بلڈوزر چلائے، عصمتیں تارتار ہوئیں، اس لئے کی ساری فسطائی طاقتیں ایک ہیں، وہ مسلمانوں کی اجتماعی، سیاسی قوت کو کمزور کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مل جل کر ان کے خلاف سازش کریں گی، بلکہ ان کے باہمی ربط اور اتحاد کا بنیادی محرک یہ ہوگا کہ وہ ملت اسلامیہ کو زندگی کے ہر شعبہ میں ذلت وانتشار، تفرقہ بازی، بداخلاقی، ذہنی آوارگی، اور فکری ونظریاتی اتحاد میں مبتلا کردیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ دیگر اقوام نے ہماری تہذیب وتمدن، کلچر اور ثقافت اور ہمارے نظریات پر بھرپور حملے کئے ہیں، کروڑوں مسلمان مغربی ملحدانہ نظام کے بے پناہ سیلاب اور ہندوانہ رسم و رواج اور سیکولر کے نام پر کوڑا کرکٹ کی طرح بہتے چلے جارہے ہیں، بین الاقوامی سیاست میں کوئی گروہ ان کا وزن محسوس کرتا

ہے نہ ان کا احترام کرنے پر مجبور ہے۔ یہ اپنے حقوق سے دستبردار تو ہو سکتے ہیں لیکن ان کے بازو میں اتنی قوت نہیں ہے کہ کسی ظالم سے اپنا حق وصول کرسکیں۔ سیاسی آقاؤں کی غلامی کا قلادہ ان کی گردنوں پر پڑا ہوا ہے، یہ انتشار وافتراق کے شکار ہیں، مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مسلمان جب تک وحدت فکر کے حامل اور تضامن افکار کے داعی رہے ترقی ان کی قدم بوسی کرتی رہی، اور جب ان کے اندر علاقائیت، قومیت، نسلیت، وطنیت کے جراثیم پیدا ہونے لگے، تو ان کی ترقی میں یکایک زوال شروع ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دوسری قومیں ان پر چڑھ دوڑیں، ہر جگہ ان کو اپنا لقمۂ تر بنانے لگیں، ان کے افتراق وانتشار سے فائدہ اٹھا کر ان کے مفتوحہ علاقوں پر قبضے شروع کردیئے، مسلمانوں کے عقائد پر شب خون مارنا شروع کردیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیوں؟

جواب یہی ہے کہ ان کے دل اللہ کی محبت سے خالی اور دنیا کی محبت سے معمور ہیں، بلکہ یہ موت کے ڈر سے کانپ رہے ہیں، اس لئے پسماندگی، ذلت ونکبت ان کا مقدر بن چکا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کی ہیبت اور غلبے کا راز کثرت عدد پر نہیں بلکہ اللہ کے تقوے اور اس کے دین کی فی الواقع پابندی میں پوشیدہ ہے، دنیا کی محبت اور آخرت سے بے فکری بہت بڑا فتنہ ہے، جو افراد بلکہ قوموں کو دنیا میں رسوا کرکے رکھ دیتا ہے، اور آخرت کی خرابی اس سے بڑھ کر ہے۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

(بقیہ: ص ۲۰ کا)

(۱) کسی ایسی چیز سے سر نہ ڈھانکے جو سر سے متصل اور لگی ہوئی ہو، البتہ چھتری سے سایہ کرنے یا سر پر سامان اٹھانے یا گاڑی وغیرہ کی چھت تلے ہونے میں حرج نہیں۔

(۲) سلے ہوئے کپڑے نہ استعمال کرے (خواہ پورے جسم میں یا جسم کے بعض حصہ میں) مثلاً شلوار، قمیص، ٹوپی اور موزے وغیرہ، ہاں اگر تہبند نہ مل سکے تو اس کی جگہ شلوار پہننا، اسی طرح اگر جوتے نہ مل سکیں تو اس کی جگہ موزے پہننا جائز ہے۔

☆ احرام کی حالت میں عورت کے لئے ہاتھوں میں دستانے پہننا، اسی طرح نقاب یا برقع وغیرہ سے چہرہ ڈھانکنا حرام ہے، ہاں اگر غیر محرم اجنبی لوگوں کا سامنا ہو تو نقاب، برقع یا ڈوپٹہ وغیرہ سے چہرہ ڈھانکنا ضروری ہے، جیسا کہ عام حالات میں ضروری ہے۔

☆ اگر محرم بھول کر یا حکم نہ جانتے ہوئے سلا ہوا کپڑا استعمال کرلے، یا سر ڈھانک لے، یا خوشبو لگالے، یا بال کاٹ لے، یا ناخن تراش لے وغیرہ تو اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

☆ محرم کے لئے جوتے، انگوٹھی، اور عینک وغیرہ پہننا جائز ہے، اسی طرح کان کا آلہ سماعت، گھڑی، بیلٹ (جس میں پیسوں وغیرہ کی حفاظت ہوتی ہے) وغیرہ کا استعمال بھی جائز ہے۔

☆ محرم کے لئے احرام کا دھلنا، اسے تبدیل کرنا، اسی طرح سر اور جسم کا دھلنا وغیرہ بھی جائز ہے، اگر ان اعمال کے سبب کوئی بال بلا قصد گر جائے تو کوئی گناہ نہیں، جیسا کہ کسی زخم کے سبب بال کے گر جانے میں کوئی حرج نہیں۔ ☆☆

اداریہ

# حج بیت اللہ

● سعید احمد بستوی

ایک سچا پکا مومن موحد وہی ہوسکتا ہے جو اپنی زیست کا مختصر وقفہ اپنی جان، اپنا مال، اپنی آل واولاد، اپنی محبوب ترین متاع، مادی وغیر مادی، مرئی وغیر مرئی اشیاء کو اللہ کی راہ میں پیش کرنے سے نہ ہچکچائے، نہ تذبذب وتردد کا شکار ہو، اور اللہ کے سامنے ساری چیزوں کو ہیچ سمجھے، اور اپنی تمام تر خواہشات وجذبات، ترجیحات، ذاتی پسند، عیش وتنعم، عہدہ ومنصب کو قربان کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو، اسی طرح سے حج بیت اللہ، صرف اور صرف اللہ کے لئے، مگر اس کے جواب کے بعد مسلسل اور پیہم ان سوالات کی راہیں کھل جاتی ہیں جو ہمارے موجودہ طریقۂ کار سے پیدا ہوتے ہیں۔ ظاہری بات ہے جو حرکت اللہ کے لئے ہو انسان کی کیفیت اور حالت خود بتادے گی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی رضا کے کامل ترین مواقع کی تلاش میں اس طرح سرگرداں رہے گا کہ جدھر جانے کے لئے جس وقت اس کی حریم قدس سے اشارہ ہو فوراً اپنے آپ کو اس سمت لگادے گا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جب اس گھر کی تعمیر شروع کی جس کی زیارت کا نام حج ہے تو وقت تعمیر ان کا ہر سانس بول رہا تھا کہ یہ صرف اللہ کے لئے ہے۔

اور اس سے پہلے جب آپ شام کے مرغزاروں سے بیوی بچوں کو لیکر سمت مکہ چلے تھے تو ہر ادائے خنداں یا گریاں چیخ رہی تھی کہ سوائے اللہ کے اور کسی کا حصہ نہیں۔ ذرا سوچئے ایک ہولناک وحشت انگیز بیابان، ریگستان، ایک وادی غیر ذی زرع جس کی سطح پر زندگی کی سرسبزی وشگفتگی کا نام ونشان تک نہیں، یہ بے آب وگیاہ خطہ انسان کے وجود سے خالی تھا اس بیابان وحشت نشان کو منتخب کر کے اپنے دل پر درد کا ایک ٹکڑا اور راحت حیات کا ایک جزو چھوڑ رہے ہیں، تو گیا یہ صرف اس لئے نہیں تھا کہ یہ اس اللہ کا حکم ہے جو سنگ وریت میں بھی آبادی بخشنے والا اور موت کو زندگی سے بدلنے والا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو یہاں چھوڑ گئے تھے، خلیل اللہ کی آزمائش یہی نہیں تھی کہ وہ اپنی وفا شعار بیوی اور معصوم لخت جگر سے جدا ہو رہے تھے اور اپنی زندگی کی عزیز ترین متاع کو ایک ویرانے میں چھوڑ کر جا رہے تھے، جہاں ان کے زندہ رہنے کے لئے کوئی ظاہری اسباب نہ تھے جہاں دن کی تیز دھوپ میں شش جہت مہیب اور بے رحم پہاڑیوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا، جہاں بادسموم کے جھونکوں کے سوا کوئی آواز نہ تھی، جہاں کا ذرہ ذرہ کہہ رہا ہوگا کہ یہ جگہ انسانوں کے لئے نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اس بڑی آزمائش میں ڈالا تھا اور انسانی تاریخ اس عزم وثبات اور جرأت وحوصلے کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جس کا مظاہرہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا تھا۔

نسیم حجازی اپنے سفرنامہ میں رقمطراز ہیں:

اس بے آب وگیاہ وادی سے چشمۂ زمزم کا پھوٹ نکلنا اور کسی قافلہ کا آکر وہاں آباد ہوجانا قدرت کے معجزات تھے، لیکن اس سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ ایک انسان اپنے اللہ کے لئے بشریت

کے تمام تقاضے جھٹلا چکا تھا۔

مکہ کے بیرونی اطراف میں گشت کرتے ہوئے مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ بے آب و گیاہ وادی یہ برہنہ ہیبت ناک پہاڑیاں صدیوں سے اللہ کی رحمتوں کو پکار رہی تھیں، پھر ایک دن حق پرستوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ جو ایک کمسن بچے اور اس کے والدین پر مشتمل تھا اپنے جلو میں اللہ کی رحمتیں لئے نمودار ہوا، جب وہ وادیٔ بطحا میں میں داخل ہوئے تو شوہر نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی رضا یہی ہے کہ میں تمہیں یہاں چھوڑ کر واپس چلا جاؤں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور اپنے کمسن بچے کو اسماعیل علیہ السلام کو اس بھیانک ویرانے میں چھوڑ کر چلے گئے، بچے کا ہونٹ پیاس سے خشک ہو رہا تھا، حضرت ہاجرہ اسے زمین پر لٹانے کے بعد کبھی بھاگ کر صفا کی طرف جاتیں اور کبھی مروہ کی طرف، وہاں پانی کے مطلق آثار نہ تھے، لیکن خلیل اللہ کی بیوی نے اللہ کی رحمتوں سے مایوس ہونا نہیں سیکھا تھا۔ بارگاہ الٰہی سے دعاؤں کا جواب آیا اور خشک زمین کے سینے سے پانی کا دھارا پھوٹ نکلا، جب ان پہاڑیوں نے تین افراد کا یہ چھوٹا سا قافلہ دیکھا ہوگا تو اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ یہ زمین کروڑوں انسانوں کی سجدہ گاہ بننے والی ہے۔ جب حضرت ہاجرہ صفا و مروہ کے درمیان چکر لگا رہی تھیں تو اسوقت کون یہ کہہ سکتا تھا کہ ان کا یہ اضطراری فعل آنے والے ادوار میں کروڑوں انسانوں کے لئے سنت بن جائے گا، اور جب ایک بھولے بھٹکے قافلے نے چشمے کو دیکھ کر اس کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے تھے تو اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ قیامت تک اطراف عالم سے ان گنت قافلے آب زمزم سے پیاس بجھانے کے لئے آتے رہیں گے، آج صدیوں کے بعد جس طرح چوبیس گھنٹے کعبے کا طواف ہوتا ہے اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان انسانوں کا ہجوم رہتا ہے۔ میں نے ان لوگوں بھی صفا و مروہ کے درمیان دیوانہ وار دوڑتے ہوئے دیکھا ہے جو عام حالات میں لوگوں کے سامنے ذرا بے احتیاطی سے قدم اٹھانا کسر شان سمجھتے ہیں، میں نے وہاں ان نحیف و لاغر بوڑھوں کو جوانوں کی طرح دوڑتے دیکھا ہے جو چلنے سے معذور نظر آتے ہیں، اللہ کی رضا کے لئے اس سے بڑی قربانی نہیں دی گئی، اور کسی قربانی دینے والے کو خلق خدا کی جانب سے اتنا بڑا خراج پیش نہیں کیا گیا۔ (پاکستان سے دیار حرم تک، نسیم حجازی)

اور جب وہی ابراہیم لاکھوں انسانوں کی آبادی میں بتخانہ پر تکبیر بول کر حملہ آور ہوئے تھے تو کیا ان کے جملوں میں سے کوئی حرف بھی ایسا تھا جو اللہ واحد کی طرف اشارہ نہ کر رہا ہو، اور نتیجتاً آگ سے کھیلنا اور قوم کے ہر بیداد کو جھیلنا کس لئے تھا؟

آگے چل کر زندگی کا وہ چمن جو مدتوں کی نالش و فریاد کے بعد ایک غنچۂ بہار لایا اسے اپنے ہاتھوں قربان کرنے کا حکم غیب سے ہوا، اور پھر اس کی تعمیل کے لئے وادیٔ منیٰ میں لے جا کر ایک چٹان پر لٹایا، بار بار بے دریغ تیز چھری حلقوم سے رگڑی تو اس وقت کی ہر ادا ہر حرکت کیا کہہ رہی تھی؟ یہی تو کہ یہ جو کچھ ہے صرف اور صرف اسی کے لئے ہے جس نے ابراہیم و اسماعیل کو پیدا کیا اس حرکت عمل میں کسی کی شرکت نہیں۔

انسان جو بھی کرتا ہے اس کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک یہ کہ صرف ذات واحد کی رضا اس کا مطمح نظر ہو اور دوسرے یہ کہ اس میں شرکت غیر بھی ہو، اسی طرح حج بھی جو اس مرد مومن کی یادگار میں اسلام کا فریضہ ہے دونوں پہلو ہو سکتے ہیں، مگر جس طرح ہر عمل و حرکت کے بعض حالات اخلاص یا عدم اخلاص کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں، اسی طرح یہاں پر بھی ہے۔ یہ دور جو سراسر تلبیسات کا مجموعہ ہے ہمیں اس بات کا چیلنج کر رہا ہے کہ دین کی بقا کے لئے دراصل روح وحقیقت شعار اسلامی کی نگہداشت کے

لئے ہم نے اگر کچھ نہ کیا تو کھلے ہوئے اعمال محرمہ کے علاوہ خود اعمال مفروضہ میں دو چیزیں نمودار ہوں گی کہ دین اور مرضیات الٰہی کے لئے قاطع و باغی ہوگی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے اور پھر ایک سے زائد نفل ہے، اور شاید ہر شخص یہ بھی جانتا ہے کہ فرض کی دائیگی کے بعد غریبوں اور حاجتمندوں کی امداد و اعانت سب سے افضل اور مرضیات الٰہی کا موجب ہے۔ اگر اللہ نے اپنے فضل و دولت سے نوازا ہے اور دینی احکام کا شوق بھی ہے تو بہت سے لوگ اس کا ایک مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ ہر سال بیت اللہ کا حج کرلیا کریں، اس طرح روپیہ اپنے مصرف میں آجائے اور اسلام کا کام بھی ہو جائے، یہ دینی رجحان اگر چہ درست ہے مگر اس وقت اس کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی جب دیکھا جائے کہ اپنے گرد و پیش بھوک سے کراہتے اور مرض میں ناداری سے ایڑیاں رگڑتے ہوئے بھائیوں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور اپنی دولت کا کچھ حصہ ان کے سپرد کرنے کو بے محل سمجھتے ہیں، اپنی حویلی سے نکلتے ہوئے ان کی آنکھیں دیکھتی ہیں کہ ہمارے سامنے ایک چھپر ہے، ایک خستہ حال کھنڈر ہے جس کے رہنے والے غریب گرمیوں کی دھوپ اور جاڑوں کی شبانہ کڑکڑاہٹ سے پریشان ہیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ مرضیات الٰہی بیت اللہ میں عبادت کی پابند نہیں بلکہ سامنے کا یہ موقع اس سے کہیں بلند و برتر ہے، یہ احساس ہوتا تو نفلی حج ترک کر کے ان بندگان الٰہی کے سر پر کوئی سایہ ڈال دیتے، جس کا بدل اس وقت اللہ کی جناب میں کوئی عمل نہیں ہوسکتا۔

شیخ الحدیث عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ ایک جگہ رقمطراز ہیں:

''ہندوستان میں حج کمیٹی کی طرف سے نفلی حج یا حج بدل کرنے والوں پر جزئی اور موقت پابندی بظاہر ٹھیک نہیں معلوم ہوتی، مگر مسلمانان ہند کو جیسے کچھ مسائل درپیش ہیں اور ان کی ملی اور دینی، علمی ادارے محض مالی کمزوری کی وجہ سے جس کسمپرسی کے عالم میں مبتلا ہیں ان کے پیش نظر یہ پابندی ہمارے خیال میں چنداں قابل اعتراض نہیں ہے، ہمارے نزدیک مستطیع مسلمانوں کا جو فرض حج ادا کر چکے ہیں اپنے دینی، علمی قومی مصارف و ضروریات میں اپنے زائد پیسوں کا خرچ کرنا بہ نسبت نفلی حج کے زیادہ اہم ہے۔ ان اہم ضروری و اجتماعی مصارف میں حلال کمائی خرچ کرنے کا ثواب ان شاء اللہ نفلی حج کے ثواب سے کم نہیں ہوگا۔ کاش نفلی حج کے شائق سرمایہ دار مسلمانوں کو اس کا شعور یا احساس ہوتا'' (پیش لفظ حج مسنون مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ)

آج جبکہ دنیا کے نظامہائے باطل بیک آواز اسلام اور مسلمانوں پر ہلہ بول رہے ہیں، اسلامی فکر و نظر کی بنیادوں پر کام کرنے والے ادارے انجمنیں آج کسمپرسی کے عالم میں ہیں، انہیں دیکھ کر دل پریشان ہوتا ہے کہ اگر یہ بھی خدانخواستہ نہ رہے تو کہاں سے ایسے مرد مجاہد نکلیں گے جو باطل کی صفیں الٹ سکتے ہوں۔

حج دوبارہ سہ بارہ ایک نفلی عبادت ہے مگر آپ کے دینی اداروں اور حلقوں کی آواز ایک الٰہی آواز ہے جس سے اغماض بہت بڑا جرم ہوگا، ہمیں چاہئے کہ جس اللہ نے دولت دی ہے اس کے بتلائے ہوئے طریقہ و ترتیب سے دولت نکالیں اور جب ہم اس کی رضا کے لئے سب کچھ کرتے ہیں تو چاہئے کہ ہمیں راستے میں چلتے ہوئے جدھر سے پکارا جائے فوراً اپنا راستہ بدل کر ادھر ہولیں۔

آج سیاسی افق پر مسلمانوں کی جو ناگفتہ بہ حالت ہے وہ عیاں ہے، مسلمان ہر اعتبار سے پسماندہ، کچلا دبا اور مشکلات سے گھرا ہوا ہے۔

آج دنیا میں سیاسی حالات جس طرح امت مسلمہ کے خلاف پلٹا کھا رہے ہیں اور مصائب کا طوفان بلاخیز امنڈ کر آرہا ہے اس میں ہر محاذ پر قربانی کی ضرورت ہے۔

احکام ومسائل

# عشرۂ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل ومسائل

● ابو احمد سکراوی

قربانی ایک عظیم عبادت اور رضائے الٰہی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے، جسے اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے لئے مشروع ٹھہرایا ہے، تاکہ ہم ذی الحجہ کی ان تاریخوں میں اللہ کے لئے جانور قربان کر کے ابراہیمی سنت کو زندہ کریں، جس طرح ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ابراہیمی یادگار کو اپنے قول وعمل سے زندہ کیا، آپ ﷺ نے پوری زندگی مدینہ میں قربانی کا اہتمام فرمایا، صحابہ کرام کو جانور پالنے، موٹا اور فربہ کر کے اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی ترغیب دی، اور ہم امت کو اس سنت کے زندہ رکھنے کی تاکید فرمائی، قوت وطاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں کے لئے سخت وعید سنائی، آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے اسے چاہیے کہ ہمارے مصلے کے قریب نہ آئے،، (صحیح الجامع: ۶۴۹۰) جنہوں نے قربانی کو مکہ میں حاجیوں کے ساتھ خاص کر کے دنیا کے سارے مسلمانوں سے اس حکم کو ساقط کر دیا اور اپنی عقل پر اس عبادت کو تولنے کی کوشش کی وہ انتہائی فساد اور بے راہ روی کا شکار ہوئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (فصل لربک وانحر) (سورہ الکوثر) ''آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے،، علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (زاد المسیر ۶/۱۹۵) میں ،،نحر،، کی تشریح میں پانچ اقوال نقل کیا ہے، سیدنا ابن عباسؓ، امام عطاء، امام مجاہد رحمھم اللہ اور جمہور کے نزدیک: اذبح یوم النحر ''قربانی کے دن جانور ذبح کرنا،، مراد ہے۔ لہذا قربانی محض گوشت خوری کا نام نہیں بلکہ فدائیت وفنائیت کی ایک ایسی یادگار ہے جسے قرآن کریم ''ذبحِ عظیم،، کے نام سے ذکر کرتا ہے، عشرہ ذی الحجہ اور قربانی کے احکام ومسائل کی مناسبت سے چند اہم باتیں کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔،،

## ذی الحجہ کے ابتدائی دس ایام:

اللہ تعالیٰ کو ذی الحجہ کے دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر کسی دوسرے ایام کی عبادت اس قدر محبوب وپسندیدہ نہیں ہے، صحابہ کرام نے پوچھا: اللہ کے رسول جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، سوائے اس آدمی کے جو اپنی جان ومال ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں گیا پھر کوئی چیز واپس نہ آئی یعنی وہ شہید ہو گیا،، (صحیح بخاری: ۹۶۹) ان دس دنوں میں عبادت کی بڑی فضیلت واہمیت ہے، افسوس کہ ہمارے معاشرہ میں اکثریت عشرہ ذی الحجہ کی قدر ومنزلت اور اس کے اجر وثواب سے غافل ہے، دوسرے دنوں اور عشروں کو (جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں) فضیلت وبزرگی والا سمجھ کر طرح طرح کے بدعات وخرافات کو کار ثواب سمجھے ہوئے ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عشرہ ذی الحجہ میں افضل ترین ایام

اور امہات العبادات کا اجتماع ہوتا ہے، جو کسی اور مہینے میں نہیں ہوتا، مثلا: نماز، روزہ، صدقہ، تلاوت قرآن، ذکر وتسبیح، یوم الترویہ، یوم عرفہ، حج، قربانی وغیرہ، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **افضل ایام الدنیا ایام العشر (جامع الصغیر: ۲۰۱۳ صحیح)** دنیا کے تمام دنوں میں سب سے افضل ذی الحجہ کے دس ایام ہیں،، اسی لئے سلف صالحین اس عشرہ میں مختلف قسم کے عبادات کا خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے، حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ: جب عشرہ ذی الحجہ آتا تو عبادات میں لگ جاتے اور خوب محنت کرتے،، **(صحیح ترغیب: ۱۲۴۸)** عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **فاکثروا فیھن من التسبیح والتحمید والتھلیل والتکبیر (صحیح الترغیب والترھیب: ۱۲۴۸)** ان دس دنوں میں کثرت کے ساتھ ''سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر،، کا زمزمہ بلند رکھو،، لہذا ہر مسلمان مرد وعورت کو ان دنوں میں خوب خوب اللہ کی عبادت میں اپنے آپ کو لگانا اور مجاہدہ نفس کرنا چاہیے،،۔

### یومہ عرفہ کا روزہ:

۹ ر ذی الحجہ جس دن حجاج کرام میدان عرفہ میں وقوف کرتے ہیں، حاجی اور غیر حاجی سب کے لئے بڑی فضیلت والا دن ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہترین دعاء عرفہ کے دن کی جانے والی دعاء ہے **(سنن ترمذی: ۳۵۸۵ حدیث حسن)** دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی اس دن سب سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے **(صحیح مسلم ۳۳۵۴)** یوم عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی آپ ﷺ نے یہ فضیلت بیان فرمائی: کہ عرفہ کے دن (یعنی ۹ ذی الحجہ) کا روزہ ایک سال گذرے ہوئے اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے،، **(صحیح مسلم: ۱۱۶۲)** لھذا ہر مسلمان مرد وعورت کو خلوص نیت کے ساتھ عرفہ کے دن روزہ کا اہتمام کر کے اس فضیلت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، البتہ حجاج کرام کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا ثابت نہیں ہے، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں لوگوں کو شک ہوا، تو میں نے دودھ کا ایک پیالہ بھیجا نبی کریم ﷺ نے اپنی سواری کھڑے ہو کر پیا اس حال میں کہ لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔،،

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے میدان عرفہ میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی معیت میں حج کیا، کسی نے روزہ نہیں رکھا، اس لئے نہ میں روزہ رکھتا ہوں، نہ ہی اجازت دیتا ہوں اور نہ ہی منع کرتا ہوں (ترمذی: ۷۵۱، صححہ الالبانیؒ)

اسی طرح یوم عرفہ یعنی ۹ ر ذی الحجہ کی تاریخ کا اعتبار ہمارے اپنے ملک کے مطلع (طلوع وغروب) کے لحاظ سے کیا جانا چاہیے، سعودی کی رؤیت کا اعتبار کر کے وہاں کی تاریخ کے حساب سے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا دلائل کی روشنی میں مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

### تکبیرات:

عید الاضحیٰ میں تکبیرات کی ابتداء واختتام سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، البتہ سلف صالحین کے یہاں چاند دیکھنے کے بعد سے پورا عشرہ تکبیر پکارنے کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما

ان دس دنوں میں بازار کی طرف نکل جاتے ،خود بھی تکبیر کہتے اور ان کے ساتھ (یعنی انہیں دیکھ کر )لوگ بھی تکبیر پکارتے تھے،(**صحیح بخاری :باب فضل العمل فی ایام التشریق**) تکبیرات بلند کرنے کا یہ سلسلہ ایام تشریق کے آخری دن یعنی ۱۳ رذی الحجہ کی شام تک جاری رکھنا چاہیے،بعض لوگوں کا تکبیرات پکارنے کے لئے شہری ،دیہاتی مقیم ومسافر اور فرض و نفل میں تعیین وتفریق کرنا درست نہیں ہے،عورتوں کو بھی تکبیرات بلند کرنا چاہیے،اگر آواز مردوں تک پہونچنے کا خوف ہوتو پست آواز سے تکبیر پکاریں۔،،

## چاند دیکھنے کے بعد ناخن اور بال کا حکم:

ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد قربانی کرنے تک ناخن ،بال، چمڑی وغیرہ نہ کاٹے جائیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ذی الحجہ کا چاند دیکھ لے اور قربانی کا ارادہ رکھتا ہوتو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے ،،(**صحیح مسلم ۱۹۷۷**) شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: قربانی کرنے والے کے اہل وعیال پر بھی ناخن اور بال کاٹنا حرام ہے؟ کہا: نہیں!ان کے لئے جائز ہے۔،،(**تکملہ فتاوی :رقم السوال :۳۳۷۴۳**) البتہ جس روایت میں نبی کریم ﷺ نے قربانی نہ کرنے والے کے لئے بھی ناخن اور بال وغیرہ نہ کاٹنے کی ہدایت دی ہے وہ روایت ضعیف ہے( دیکھئے:ضعیف ابوداؤد: ۴۸۲)

## ایک بکری پورے گھر کی طرف سے کافی ہے:

ایک جانور کی قربانی پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے ،نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! ہر سال ایک قربانی دینا ہر گھر والے پر مشروع ہے(**سنن الترمذی :۱۵۱۸ حدیث حسن**) عطاء ابن یسارؒ کہتے ہیں میں نے میزبان رسول ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں آپ لوگوں کی قربانی کس طرح سے ہوا کرتی تھی؟ تو آپؓ نے جواب دیا: کہ عہد رسالت میں ایک آدمی اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے ایک بکری قربانی دیتا،خود کھاتا اور دوسروں کو بھی کھلاتا، پھر لوگ آپس میں فخر ومباہات کرنے لگے جیسا کہ آج تم دیکھ رہے ہو،،(**ارواء الغلیل :۱۱۴۲**) علامہ شوکانیؒ کہتے ہیں: **والحق انها تجزی عن اهل البيت وان كانوا مائة نفس او اكثر (نيل الاوطار ۵/۱۸۲)**"ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہوجائے گی خواہ ان کی تعداد ۱۰۰ر یا اس سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو،،بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ایک بکری صرف ایک ہی شخص کی طرف سے کفایت کرے گی حدیث صحیح کے بالکل خلاف ہے۔(دیکھئے :**مرعاۃ المفاتیح : ۵/۷۶**)لیکن اگر کسی فیملی کے بہت سے ممبران ہیں اور سب الگ الگ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں،تو ایسی صورت میں صرف باپ کا یا پوری فیملی میں سے کسی ایک ذمہ دار کا قربانی کرنا سب کی طرف سے کافی نہیں ہوگا،جیسا کہ اس وقت ہمارے شہری معاشرے میں بہت سے لوگ کرتے ہیں،ہر ایک کی رہائش علحدہ رہنے کی وجہ سے ہر شخص کو اپنے بچوں کے ساتھ الگ الگ قربانی کرنی چاہئے۔واللہ اعلم بالصواب۔

## بڑے جانور میں حصہ:

اگر مستقل ایک جانور خریدنے کی طاقت نہ ہوتو ایک بڑے جانور (اونٹ یا گائے مذکر ہو یا مونث ) میں سات لوگ شریک ہوسکتے ہیں،حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ ہم نے حدیبیہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک گائے میں سات اور ایک اونٹ میں سات آدمیوں کی طرف سے قربانی دی(صحیح

مسلم:۱۳۱۸)البتہ بڑے جانور کے بعض حصے پر قربانی اور بعض حصے پر عقیقہ کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ عوام الناس میں رائج ہے، کیونکہ عقیقہ میں مستقل جانور مطلوب ہے۔علامہ سید سابق مصری رحمہ اللہ لکھتے ہیں :عقیقہ میں قربانی کی طرح مشارکت جائز نہیں ہے (**فقہ السنہ ۲۲/۲**) بلکہ اونٹ اور گائے ،بھینس بڑے جانور کا عقیقہ میں ذبح کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے(**تحفۃ الاحوذی: ۱۶۷/۴**)

## قربانی کے جانور:

گوشت کھانے اور کھلانے کے لئے کئی طرح کے جانور حلال کئے گئے ہیں ،قولہ :**احلت لکم بھیمۃ الانعام (مائدہ:۱)** ”تمہارے لئے مویشی چوپائے حلال کئے گئے ہیں،،قربانی ایک عبادت ہے جس میں صرف انہیں جانوروں کو ذبح کیا جانا مطلوب ہے،جس کی تفصیل کتاب وسنت میں بیان کی گئی ہے،بھیڑ میں دوقسم :نر اور مادہ، بکری میں دوقسم :اونٹ اور گائے میں دو دوقسم نر اور مادہ ، ( دیکھئے: سورہ انعام :۱۴۳) رہے دوسرے مویشی اور چوپائے مثلاً: بھینس ،نیل گائے ،ہرن وغیرہ جنگلی یا پالتو جانوروں کی قربانی راجح قول کے مطابق درست نہیں ہے،مگر بھینس کے متعلق علمائے کی رائیں مختلف رہی ہیں ، بعض علاقوں میں بھینس کی قربانی کثرت سے کی جاتی ہے،حکمت ومصلحت کے تحت بعض علمائے اہل حدیث نے بھینس کی جنس کو گائے پر قیاس کرکے جواز کا فتوی دیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

## قربانی کے جانور کی عمریں:

☆ قربانی کے جانور کی عمر سے متعلق نبی کریم ﷺ کا واضح فرمان موجود ہے:**لاتذبحوا الا مسنۃ** :”تم لوگ صرف دانتے ہوئے جانور کی ہی قربانی کرو، دانتا ہونے سے مراد (جس کے دودھ والے اگلے دونوں دانت گر گئے ہوں ) ہاں اگر وہ تم پر (ملنا یا خریدنا) مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا جذعہ ( جو ایک سال کا ہو اگر چہ دانتا نہ ہو )ذبح کرلو،(**صحیح مسلم:۱۹۶۳**)قربانی والے جانور اونٹ ،گائے ،بکرا وغیرہ کے بارے میں سال معیار نہیں، بلکہ دانتا ہونا ہی اصل معیار ہے، ہاں اگر دنبہ اور مینڈھا ایک سال مکمل کرکے دوسرے سال میں داخل ہوجائے تو اس کی قربانی خاص حالات میں درست ہے۔

## قربانی کے جانور کے اوصاف:

قربانی کے جانور کے لئے کچھ اوصاف بتائے گئے ہیں ، حضرت ابو ہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو موٹے تازے ،سینگ والے چتکبرے ،خصی کئے ہوئے مینڈھے کی خریداری کرتے تھے ،(**سنن ابن ماجہ :۳۱۲۲ صحیح**)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ :جو شخص ایک سے زائد قربانی کرنا چاہے تو اسے جلدی کرنا چاہیے ،بلا وجہ گوشت خوری کے لئے موخر نہیں کرنا چاہیے،جیسا کہ آج کل رسم بن گیا ہے،الا یہ کہ کسی سنت کا زندہ کرنا مقصود ہو، جیسے ۱۳ ذی الحجہ کو اس لئے قربانی کرے تا کہ لوگوں کو صحیح سنت کا علم ہوجائے۔

دوسری بات :مذکر جانور کی قربانی مونث جانور سے افضل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اکثر نر جانور ہی کا انتخاب کیا ہے لیکن مادہ جانور کی قربانی بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

تیسری بات : دو معتدل سینگوں والا جانور بغیر سینگ والے جانور سے افضل ہے ، اگر چہ پیدائشی طور پر بغیر سینگ والے جانور کی قربانی بلا کسی کراہت کے جائز ہے۔

چوتھی بات: خصی جانور کی قربانی بغیر کسی کراہت کے جائز اور

درست ہے، کیونکہ جانور کا خصی ہونا عیب نہیں ہے، بلکہ غیر خصی جانور کے بنسبت اس کا گوشت طیب اور لذیذ ہوتا ہے، جمہور فقہاء نے مذکورہ حدیث کی بنا پر خصی جانور کی قربانی بلا کراہت جائز قرار دیا ہے، تکفیری جماعت (جماعۃ المسلمین) کے چند منحرف اور جاہل لوگوں نے گذشتہ سال بینر لگا کر بڑا واویلا مچایا کہ خصی جانور کی قربانی سرے سے حرام اور ناجائز ہے، حالانکہ اس باب میں نبی کریم ﷺ کی صریح عملی سنت موجود ہے، آج کئی سالوں سے دیکھا جارہا ہے کہ یہ مسعودی مقلدین کسی نہ کسی فروعی مسئلے کو لے کر جس میں عوام الناس کے لئے وسعت رکھی گئی ہے، فوراً حرام وحلال، جائز وناجائز کا فتوی دینے لگتے ہیں، ان کی ساری تبلیغی کوششیں صرف تکفیرامت، اور فتنوں کو ہوا دینے تک محدود ہوکر رہ گئی ہے، انہوں نے سماجی حیثیت سے کبھی کوئی تعمیری واصلاحی کام نہ کیا، نہ ان کے منشور ومقاصد میں سے ہے، اور نہ ہی یہ اس کی اہلیت رکھتے ہیں، بس اللہ تعالی ہمیں ایسے نومولود فتنوں سے بچائے اور سنت رسول پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

## قربانی کے جانور کے عیوب ونقائص:

جانور کی خریداری کرتے وقت اچھی طرح سے دیکھ بھال لینا چاہیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بطور خاص آنکھوں اور کانوں کے عیوب کو دیکھ لینے کا حکم دیا، اور فرمایا: ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جو اندھا ہو، جس کا کان آگے یا پیچھے سے کٹا ہوا ہو، لمبائی میں پھٹا ہو، یا گول سوراخ ہو (صحیح ابن ماجہ: ۲۵۴۴) حدیث میں وارد لفظ ,,استشراف: کے معنی ہیں" امعان النظر، غور سے دیکھنا، جانور پر ہاتھ پھیر کر اس طرح دیکھنا کہ حدیث میں بیان کردہ ظاہری نقائص وعیوب معلوم ہوجائیں، رہے پوشیدہ عیوب جو غور وتامل اور کوشش کے بعد بھی معلوم نہ ہوسکیں تو وہ معاف ہیں، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: قربانی کے جانور میں کون سے عیوب ہیں جن سے بچا جائے؟ آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا: کہ چار قسم کے جانوروں کی قربانی درست نہیں ہے، ایسا اندھا جس کا اندھا پن ظاہر ہو، ایسا بیمار جس کا مرض ظاہر ہو، ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، ایسا بوڑھا جس کی ہڈیوں پر گوشت نہ ہو (سنن الترمذی ۱۴۹۷ صحیح)

اسی طرح ایسے جانور کی قربانی بھی درست نہیں ہے جس کا سینگ اندر ہی سے ٹوٹا ہوا ہو، اور جس کا خارج (اوپر) سے نصف یا اس سے زیادہ حصہ ٹوٹا ہو اس کی قربانی درست ہے، (مرعاۃ: ۵/۹۷) ہاں اگر جانور خریدنے کے بعد کوئی عیب پیدا ہو جائے، اور آدمی دوسرا جانور خریدنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو اس کی قربانی جائز اور درست ہے، اور صاحب حیثیت ہو تو دوسرا جانور خرید لینا بہتر ہے، اسی طرح بغیر عذر شرعی کے محض شوق آرائی میں قربانی کے لئے متعین جانور کو بدلنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ اس سے بہتر لانا مقصود ہو، حقیقت یہ ہے کہ اس وقت قربانی تقرب الی اللہ اور عبادت وبندگی سے زیادہ دکھاوا اور فخر ومباہات کا ذریعہ بن چکی ہے، اس لئے ہمیں اپنی اس عبادت کو اللہ کے لئے خالص کرنا چاہیے، اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ رب العزت کی بارگاہ میں خلوص وللہیت کے ساتھ جانور ذبح کرکے اطاعت وفرمانبرداری کا ثبوت دینا چاہیے، اپنے بندوں سے یہی اللہ تعالی کو مطلوب ہے: ارشاد باری تعالی ہے: "اللہ تعالی کو تمہاری قربانی کا گوشت اور رخون نہیں پہونچتا اسے تو صرف تمہارا خلوص اور تقوی پہونچتا ہے۔ (حج: ۳۷)

## میت کی طرف سے قربانی کا حکم:

ہر آدمی چاہتا ہے کہ اپنے والدین اور اعزہ واقرباء کے لئے ان کی وفات کے بعد کوئی ایسا عمل کرے جو ان کے حق میں نفع بخش ہو اور اس کا ثواب انہیں پہونچے مگر ہم اپنے مردوں کو اسی طریقے سے ایصال ثواب کر سکتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے مشروع ٹھہرایا ہے، غیر شرعی طریقوں سے ہم انہیں کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتے ، بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے ہمارا عمل ضائع اور برباد ہوگا، سیدہ عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد / مسلم: ۱۷۱۸**) ''جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر میری مہر نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے،، فوت شدگان کی طرف سے قربانی کے جواز اور عدم جواز کی بابت علماء کے درمیان اختلاف رہا ہے: کیونکہ اس بارے میں کوئی مستقل دلیل اور قطعی نص وارد نہیں ہے : جیسا کہ صاحب تحفہ شیخ عبد الرحمان محدث مبا کپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **لم اجد في التضحية عن الميت منفردا حديثا مرفوعا صحيحا واما حديث علي المذكور في هذا الباب فضعيف( تحفه ۱۴۸/۴**)''میت کی طرف سے قربانی کرنے کی بابت مجھے کوئی منفرد صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی ،اور اس باب میں مروی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت: نبی کریم ﷺ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں آپ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کروں ،، یہ روایت ابو الحسناء مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف وناقابل استدلال ہے، صحیح مسلم کی حدیث جس میں نبی کریم ﷺ نے امت کے زندہ اور مردہ لوگوں کی طرف سے قربانی کی ہے، اس میں صرف اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ زندہ لوگوں کے ساتھ مردوں کو بھی داخل کیا جا سکتا ہے، اور یہ صورت متفقہ طور پر جائز ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، جو ہمارے لئے جواز کی دلیل نہیں ہے.

شیخ صالح عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں: میت کی طرف سے قربانی کی تین شکلیں بنتی ہیں:

(۱) میت نے خود قربانی کی وصیت کی ہو تو اس کی وصیت نافذ کرتے ہوئے میت کی طرف سے قربانی کی جائے گی۔

(۲) آدمی اپنی طرف سے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرے اور اس کے ارادے میں زندہ اور مردہ سب داخل ہوں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا عمل رہا ہے۔

(۳) میت کی طرف سے مستقل قربانی دی جائے اس پر کتاب وسنت سے کوئی صحیح دلیل وارد نہیں ہے، اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ خلفائے راشدین ، دیگر صحابہ ، تابعین ، ائمہ دین سے میت کی طرف سے مستقل قربانی کا ثبوت ملتا ہے، آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کی چہیتی بیوی ، بیٹیاں ، چچا کی وفات اور شہادت ہوئی مگر آپ نے اپنے مردوں کے نام مستقل قربانی نہیں دی ۔(مستفاد از: **فتا وی لابن عثیمین ۱۰۴/۳**)البتہ جماعت اہل حدیث کے معروف محقق شیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:'' تاہم صدقہ کے عمومی دلائل کی رو سے میت کی طرف سے قربانی جائز ہے ،ایسی قربانی کا سارا گوشت صدقہ کر دیا جائے ، جیسا کہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (**أحب الى أن يتصدق عنه و لا يضحي عنه و إن ضحى فلا ياكل منها شيئا و يتصدق بها كلها**) ''میرے نزدیک پسندیدہ ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے اور قربانی نہ کی جائے

(بقیہ ص ۵ پر)

# حج کیسے کریں؟

● ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

یہ حج وعمرہ کے طریقہ اور آداب کا مختصر خاکہ ہے، جس میں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں حج وعمرہ کا مختصر طریقہ ذکر کیا گیا ہے، ہم حج اور عمرہ کرنے والے بھائیوں سے گذارش کریں گے کہ حج اور عمرہ کرنے سے پہلے اسے بغور پڑھیں، تاکہ آپ کا حج وعمرہ سنت نبوی کی روشنی میں ادا ہوسکے اور آپ حج وعمرہ کے اجر عظیم سے بہرہ مند ہوسکیں۔

## حج کی قسمیں:

حج کی درج ذیل تین قسمیں ہیں:

**(۱) حج تمتع**: حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں (شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن) میں عمرہ کا احرام باندھے، اور عمرہ سے فارغ ہوکر مکہ یا مکہ کے قریب سے ۸/ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔

**(۲) حج قران**: حج قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے اور قربانی کے دن (۱۰/ ذی الحجہ) سے قبل حلال نہ ہو، یا پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور پھر عمرہ کا طواف شروع کرنے سے پہلے اس میں حج بھی شامل کرلے۔

**(۳) حج افراد**: حج افراد یہ ہے کہ میقات سے حج کا احرام باندھے یا اگر مکہ ہی میں مقیم ہوتو مکہ یا میقات کے اندر کسی بھی جگہ سے احرام باندھے، پھر اگر اپنے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) لے کر گیا ہوتو قربانی کے دن تک احرام ہی کی حالت میں رہے، اور اگر قربانی کا جانور ساتھ نہ لے گیا ہوتو مشروع ہے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرے، یعنی طواف کرے، سعی کرے، اور سر کے بال منڈا کر حلال ہو جائے، کیونکہ جو صحابۂ کرام ؓ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے کر نہیں آئے تھے نبی کریم ﷺ نے انہیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح حج قران کرنے والا بھی اگر اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لے جائے تو اس کے لئے بھی مشروع ہے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ ادا کرے۔

## عمرہ کیسے کریں؟

۱۔ میقات پہنچ کر غسل کریں اور خوشبو لگائیں پھر احرام کے دو کپڑے ایک ازار اور ایک چادر پہن لیں، افضل یہ ہے کہ احرام سفید ہو، عورت جو بھی لباس چاہے پہن سکتی ہے شرط یہ ہے کہ لباس ساتر ہو اور زینت ظاہر کرنے والا نہ ہو، پھر عمرہ کی نیت کرے اور کہے:

**"اللھم لبیک عمرۃ"، "لبیک اللھم لبیک، لبیک**

لا شريک لک لبيک ، ان الحمد والنعمة لک والملک، لاشريک لک"۔

تلبیہ کے کلمات مرد بآواز بلند اور عورتیں آہستہ پکاریں، اور پھر کثرت سے تلبیہ، ذکر واستغفار، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول رہیں۔

۲۔ مکہ پہنچ کر مسجد حرام میں دایاں قدم بڑھاتے ہوئے داخل ہوں اور یہ دعا پڑھیں:

"بسم الله والصلاة والسلام على رسول الله، أعوذ بالله العظيم ووجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم، اللهم افتح لي أبواب رحمتك"۔

پھر کعبہ کا سات طواف کریں، ہر طواف اللہ اکبر کہہ کر حجر اسود سے شروع کریں، اور حجر اسود ہی پر ختم کریں، طواف کے دوران کوئی مخصوص دعا احادیث میں ثابت نہیں ہے اس لئے چاہت کے مطابق ذکر واذکار، تلاوت قرآن اور دعاؤں میں مشغول رہیں، ہر طواف میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں: {ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار}۔ پھر اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے ورنہ پوری مسجد میں کہیں بھی طواف کی دو رکعت نماز پڑھیں۔

۳۔ پھر صفا کی طرف جائیں، اس پر چڑھیں، قبلہ رو ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ الحمد للہ کہیں، اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اور پھر تین بار یہ دعا پڑھیں: "لا اله الا الله وحده لا شريک له، له الملک وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، لا اله الا الله وحده، أنجز وعده، ونصر عبده، وهزم الأحزاب وحده"۔ دعائیں تین مرتبہ پڑھنا افضل ہے، البتہ اس سے کم پر بھی اکتفا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف جائیں، دوہری لائٹوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر تیزی سے چلیں، اور اس سے پہلے اور بعد میں عام چال چلیں، مروہ پہنچ کر مروہ پر چڑھیں، اور وہاں وہی کچھ کریں جو صفا پر کیا تھا، اس طرح سات چکر لگائیں، صفا سے مروہ تک ایک سعی شمار ہوگی، اور پھر مروہ سے صفا تک دوسری۔

طواف اور سعی کیلئے کوئی مخصوص دعا نہیں ہے، البتہ ہر شخص اپنی چاہت کے مطابق تسبیح وتہلیل، ذکر ودعا اور تلاوت قرآن وغیرہ کر سکتا ہے، البتہ قرآنی اور ماثور دعاؤں کا اہتمام کرنا افضل اور بہتر ہے۔

۴۔ سعی سے فارغ ہو کر سر منڈائیں یا قصر کرائیں، البتہ پورے سر کا بال قصر کرانا ضروری ہے، جو لوگ سر کے اطراف سے چند بال کتر لیتے ہیں ان کا عمرہ مکمل نہیں ہوتا۔

اب اگر آپ حج تمتع کرنے والے ہیں تو قربانی کے روز (۱۰/ ذی الحجہ) قربانی کرنا ضروری ہے، اگر قربانی ممکن نہ ہو تو دس روزے رکھیں، تین روزے حج کے ایام میں (یہ روزے ۹/ ذی الحجہ سے قبل رکھنا افضل ہیں) اور سات گھر لوٹنے کے بعد۔

## حج کیسے کریں؟

(ا) اگر آپ حج افراد یا حج قران کرنے والے ہوں تو اپنی میقات سے احرام باندھیں، یا اگر میقات کی حد سے اندر ہوں تو جہاں سے بھی چاہیں احرام باندھ لیں، اور اگر حج تمتع کرنے والے ہوں تو آٹھ تاریخ کو اپنی منزل سے ہی حج کا احرام باندھیں

ممکن ہوتو غسل کریں، خوشبو لگائیں اوراحرام کے کپڑے زیب تن کریں اور کہیں:

''اللھم لبیک حجا، لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لا شریک لک''۔

(۲) پھر منیٰ جائیں اور پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کو اپنے اپنے وقت میں پڑھیں، البتہ چار رکعت والی نمازوں کو قصر کر کے دو دو رکعت پڑھیں۔

(۳) جب نویں تاریخ کا سورج طلوع ہو تو انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ عرفہ تشریف لے جائیں، عرفہ پہنچ کر ظہر اور عصر کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر کے وقت میں قصر کر کے پڑھیں۔

عرفہ میں وقوف کے دوران دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر قبلہ رو ہو کر کثرت سے دعا، استغفار اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیں، غروب آفتاب تک عرفہ ہی میں رہیں۔

(۴) غروب آفتاب کے بعد تلبیہ پکارتے ہوئے انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ مزدلفہ تشریف لے جائیں، مزدلفہ پہنچ کر فوری طور پر مغرب وعشاء کو ایک ساتھ قصر کر کے ادا کریں، اور پوری رات مزدلفہ ہی میں گزاریں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر قبلہ رو ہو کر کثرت سے دعا واستغفار میں مشغول رہیں یہاں تک کہ روشنی ہو جائے، لیکن آفتاب طلوع نہ ہوا ہو۔

(۵) طلوع آفتاب سے پہلے پہلے تلبیہ پکارتے ہوئے منیٰ تشریف لے جائیں (معذور حضرات مثلاً عورتیں یا کمزور لوگ آدھی رات کے بعد ہی منیٰ جا سکتے ہیں) اور جمرۂ عقبہ کی رمی کے لئے سات کنکریاں (جو بکری کی مینگنی کے مثل یا اس سے کچھ بڑی ہوں) چن لیں۔

(۶) منیٰ پہنچ کر درج ذیل اعمال انجام دیں:

۱-جمرۂ عقبہ (جو مکہ سے قریب ہے) کی رمی کریں، ہر کنکری کو فرداً فرداً اور اللہ اکبر کہہ کر پھینکیں۔

۲-اپنی قربانی ذبح کریں-اگر قربانی ضروری ہو تو-اور اسے خود کھائیں اور فقراء ومساکین کو کھلائیں۔

۳-سر کے بال منڈائیں یا قصر کرائیں البتہ منڈانا افضل ہے، عورتیں اپنے بال کی چوٹی کے آخری حصہ سے انگلی کی ایک پور کے برابر کاٹیں۔

☆ مذکورہ بالا اعمال کی مذکورہ ترتیب ہی افضل ہے، لیکن تقدیم وتاخیر میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ مذکورہ تین اعمال کی انجام دہی کے بعد اب آپ کے لئے بیوی سے مباشرت کے علاوہ بقیہ ممنوعات احرام (جس کا بیان آئندہ سطور میں ہوگا) مباح ہو جاتے ہیں۔

(۷) پھر مکہ تشریف لے جائیں اور طواف افاضہ (طواف حج) کریں، اور پھر اگر آپ حج تمتع کرنے والے ہیں (یا حج افراد یا حج قران کرنے والے ہیں اور طواف قدوم (طواف عمرہ) کے ساتھ سعی نہیں کی ہے) تو سعی کریں، اور اب اس کے بعد آپ کے لئے تمام ممنوعات احرام مباح ہو جائیں گے، طواف افاضہ کو ایام منیٰ (۱۱، ۱۲، اور ۱۳/ ذی الحجہ) اور اس کے بعد تک بھی موخر کرنا جائز ہے۔

(۸) دسویں تاریخ کو طواف افاضہ اور مذکورہ تفصیل کے مطابق سعی کرنے کے بعد منیٰ واپس جائیں اور ایام تشریق (۱۱، ۱۲، اور ۱۳ / ذی الحجہ) کی راتیں منیٰ میں گزاریں اور اگر صرف دو راتیں ہی گزاریں تو بھی جائز ہے۔

(۹) منیٰ میں گزارے جانے والے دو یا تین دنوں میں زوال کے بعد بالترتیب چھوٹے پھر متوسط اور پھر بڑے تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری کو الگ الگ اور تکبیر کہہ کر ماریں۔

اگر منیٰ میں دو ہی راتیں گزارنا چاہیں تو ضروری ہے کہ ۱۲ / تاریخ کو غروب آفتاب سے قبل ہی منیٰ سے نکل جائیں، اگر منیٰ میں رہتے ہوئے آفتاب غروب ہو گیا تو ۱۳ / تاریخ بھی رہنا اور حسب سابق تمام جمرات کو کنکری مارنا ضروری ہے، اور یہی افضل بھی ہے۔

معذور، مریض یا کمزور لوگوں کے لئے کنکری مارنے کے لئے کسی کو اپنا نائب بنانا جائز ہے، اور نائب کیلئے ضروری ہے کہ پہلے اپنی طرف سے کنکری مارے اور پھر معذور شخص کی طرف سے۔

(۱۰) ان اعمال حج کے ختم ہونے کے بعد اگر آپ اپنے وطن واپس ہونا چاہتے ہیں تو سب سے آخر میں طواف وداع کریں اور پھر مکہ چھوڑ دیں۔

طواف وداع سے صرف حیض و نفاس والی عورتیں مستثنیٰ ہیں۔

## محرم کے لئے چند ضروری ہدایات:

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کے لئے چند اہم اور ضروری ہدایات درج ذیل ہیں:

۱۔ محرم کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض بالخصوص پنجوقتہ فرض نمازیں پابندی سے باجماعت ادا کرے۔

۲۔ اللہ کے منع کردہ امور سے باز رہے، مثلاً فسق و فجور، بے ہودہ گوئی، غیبت و چغلخوری، مار دھاڑ، لڑائی جھگڑے اور دیگر منکرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔

۳۔ مسلمانوں کو قول و عمل یا کسی بھی طرح سے ایذاء نہ پہنچائے۔

۴۔ حالت احرام میں ممنوع امور سے اجتناب کرے، جو درج ذیل ہیں:

- اپنے بال یا ناخن وغیرہ نہ تراشے، اگر بلا قصد گر جائے تو کوئی گناہ نہیں۔
- اپنے جسم، لباس یا کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء میں خوشبو نہ لگائے، اگر احرام سے پہلے استعمال کردہ خوشبو کا اثر باقی ہو تو کوئی حرج نہیں۔
- برّی شکار نہ کرے اور نہ اسے چھیڑے، نہ ہی اس میں کسی کا کسی بھی طرح تعاون کرے۔
- محرم یا غیر محرم کوئی بھی شخص حرم کے درختوں، پودوں اور کانٹوں وغیرہ کو نہ کاٹے، نہ ہی توڑے، اور نہ ہی کسی گری پڑی چیز کو اٹھائے، الا یہ کہ اسے پہنچوانا مقصود ہو۔
- نہ عورتوں کو اپنے یا کسی اور کیلئے پیغام دے، نہ ہی عقد نکاح کرے اور نہ احرام کی حالت میں بیوی سے مجامعت کرے، اور نہ ہی شہوت سے اسے چھوئے۔

**نوٹ:** مذکورہ بالا تمام ممنوعات مرد و عورت دونوں کیلئے ہیں، البتہ درج ذیل کچھ امور صرف مردوں کے لئے خاص ہیں:

(بقیہ ص ۷ پر)

# ماہ ذی الحجہ، حج وعمرہ اور زیارت قبر نبوی سے متعلق چند ضعیف اور موضوع روایات

● ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۱۔ ’’سيد الشهور رمضان، وأعظمها حرمة ذو الحجة‘‘۔

مہینوں کا سردار رمضان ہے، اور سب سے زیادہ قابل احترام ذی الحجہ ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔

دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (8/ 205، حدیث 3727)، وضعیف الجامع (ص: 487، حدیث 3321)۔

۲۔ ’’كان لا يرى بأساً بِقضاء رمضان في عشر ذي الحجة‘‘۔

آپ عشرۂ ذی الحجہ میں ماہ رمضان کے روزوں کی قضا میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔

دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (12/ 989، حدیث 5994)۔

۳۔ ’’عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ شَابًّا كَانَ صَاحِبَ سَمَاعٍ، فَكَانَ إِذَا هَلَّ هِلالُ ذِي الْحِجَّةِ أَصْبَحَ صَائِمًا، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا يَحْمِلُكَ عَلَى صِيَامِ هَذِهِ الأَيَّامِ؟ قَالَ: بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا أَيَّامُ الْمَشَاعِرِ وَأَيَّامُ الْحَجِّ عسى الله عزوجل أَنْ يُشْرِكَنِي فِي دُعَائِهِمْ فقال: لَكَ بِكُلِّ يَوْمٍ عِدْلُ مِائَةِ رَقَبَةٍ تُعْتِقُهَا وَمِائَةِ رَقَبَةٍ تُهْدِيهَا إِلَى بَيْتِ اللَّهِ وَمِائَةِ فَرَسٍ تَحْمِلُ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَذَلِكَ عِدْلُ أَلْفِ رَقَبَةٍ وَأَلْفِ بَدَنَةٍ وَأَلْفِ فَرَسٍ تَحْمِلُ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ فَذَلِكَ عِدْلُ أَلْفَيْ رَقَبَةٍ وَأَلْفَيْ بَدَنَةٍ وَأَلْفَيْ فَرَسٍ تَحْمِلُ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَصِيَامِ سَنَتَيْنِ قَبْلَهَا وَسَنَتَيْنِ بَعْدَهَا‘‘۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک نوجوان صاحب سماع (گانے وغیرہ کا عادی) تھا، چنانچہ جب ذی الحجہ کا چاند ہوتا تو وہ روزہ رکھتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا، اور پوچھا: تمہیں ان دنوں میں روزہ رکھنے پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! چونکہ یہ مشاعر اور حج کے ایام ہیں، لہٰذا اس امید میں کہ ہوسکتا اللہ تعالیٰ مجھے ان کی دعاؤں میں شامل فرمادے۔ تو آپ نے فرمایا: تمہیں ہر دن کے بدلے سو غلام آزاد کرنے، بیت اللہ کے لئے سو غلام ہدیہ کرنے اور جہاد کے لئے سو گھوڑے تیار

کرنے کا ثواب ملے گا، اور جب یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کی تاریخ آئے گی تو اس کا ایک ہزار غلام آزاد کرنے' ایک ہزار اونٹ قربان کرنے اور اللہ کی راہ میں ایک ہزار گھوڑے تیار کرانے کا ثواب ملے گا، اور جب عرفہ کا دن ہوگا تو اس کا دو ہزار غلام آزاد کرنے' دو ہزار اونٹ قربان کرنے اور اللہ کی راہ میں دو ہزار گھوڑے تیار کرانے نیز دو سال پیشتر اور دو سال بعد کے روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

یہ روایت موضوع اور جھوٹ ہے۔

دیکھئے: الموضوعات لابن الجوزی (2/ 198)، وتنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ (2/148)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: اگر یہ موضوع نہ ہو' تو دنیا میں کوئی موضوع حدیث ہے ہی نہیں! [دیکھئے: لسان المیزان لابن حجر رحمہ اللہ 5/320)]۔

۴۔ '' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ" مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عشرة ذي الحجة يعد ل صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَقِيَامُ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کے لئے اسکے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ محبوب دن کوئی نہیں ہیں، اس میں سے ہر دن کے روزہ کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر اور ایک رات کی عبادت کا ثواب شب قدر کے برابر ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔

دیکھئے: العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ (2/ 72، نمبر 925)، نیز دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (11/ 242، حدیث 5142)، وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص: 745، حدیث 5161)، وضعیف الترغیب والترہیب (1/ 184، حدیث 734)۔

۵۔ ''عن أبي هريرة قال: من صام يوم ثمان عشرة من ذي الحجة؛ كتب له صيام ستين شهراً، وهو يوم غدير خم''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: جس نے ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ کا روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ مہینوں کے روزے کا ثواب لکھا جائے گا، کیونکہ وہ غدیر خم کا دن ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔

دیکھئے: الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر (2/ 366، حدیث 714)، و العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ (1/ 223، حدیث 356)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (10/ 594)(4923)۔

۶۔ ''من أحيا الليالي الأربع وجبت له الجنة، ليلة التروية وليلة عرفة وليلة النحر وليلة الفطر''۔

جس نے چار راتوں میں عبادت کی' اس کے لئے جنت واجب ہے، آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، قربانی کی رات اور عید الفطر کی رات۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: العلل المتناہیۃ فی الأحادیث الواہیۃ (2/ 77، حدیث 934)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (2/12، حدیث 522 )، وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص: 773، حدیث 5358)۔

۷۔ ''أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة،

وهو أفضل من سبعين حجة في غير جمعة''۔

سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے جب جمعہ کے دن پڑے، وہ جمعہ کے علاوہ دن میں کئے گئے ستر حجوں سے افضل ہے۔

یہ روایت باطل و بے اصل ہے۔

دیکھئے: سلسلة الاحادیث الضعیفة (1/ 373، حدیث 207)، و (3/ 341، حدیث 1193)، و(7/ 137، حدیث 3144)، والنخبة البہیة فی الاٗ حادیث المکذوبة علی خیر البریة(ص:34،حدیث28)۔

۸۔ ''الحج جهاد، والعمرة تطوع''۔

حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے۔

دیکھئے: العلل الواردة فی الاحادیث النبویة للدارقطنی (7/ 71، حدیث 1224)، و(11/ 227، حدیث 2247)، وسلسلة الاحادیث الضعیفة (1/ 358، حدیث 200)، و(2/ 246، حدیث 853)، وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ (ص:407،حدیث2761)۔

۹۔ ''من حج حجة الإسلام، وزار قبري، وغزا غزوة، وصلى علي في المقدس، لم يسأله الله فيما افترض عليه''۔

جس نے اسلام کا حج کیا، میرے قبر کی زیارت کی، کوئی غزوہ کیا اور مجھ پر بیت المقدس میں درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنے فرائض کا سوال نہ کرے گا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: تنزیہ الشریعة المرفوعة (2/ 175، حدیث22)، وتذکرة الموضوعات للفتنی (ص: 73)، وسلسلة الاحادیث الضعیفة (1/ 369،حدیث204)۔

۱۰۔ ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ حِجَّةَ الإِسْلامِ فِي غَيْرِ وَجَعٍ حَابِسٍ أو حاجة ظَاهِرَة أَوْ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، فَلْيَمُتْ أَيَّ الْمِيتَتَيْنِ إِمَّا يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی روکنے والی تکلیف یا واضح ضرورت، یا ظالم بادشاہ کی مجبوری کے بغیر اسلام کا حج کئے بغیر مر گیا' وہ دو موتوں میں سے کوئی بھی موت مرے، یہودی کی موت یا نصرانی کی موت۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: الموضوعات لابن الجوزی (2/ 209)، واللآلیء المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة (2/ 100)، وتنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعة الموضوعة (2/ 167)۔

۱۱۔ ''الحج والعمرة فريضتان، لا يضرك بأيهما بدأت''۔

حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں دونوں میں سے کچھ بھی شروع کرو تم پر کوئی حرج نہیں۔

یہ روایت ضعیف ہے۔

دیکھئے: ضعیف الجامع الصغیر (ص:408،حدیث2764)، وسلسلة الاحادیث الضعیفة (8/19،حدیث3520)۔

۱۲۔ ''من تزوج قبل أن يحج فقد بدأ بالمعصية''۔

جس نے حج کرنے سے پہلے شادی کر لی اس نے گناہ سے آغاز کیا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: الموضوعات لابن الجوزی (2/ 213)، واللآلی ء المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة (2/ 101)، وتنزیہ الشریعة المرفوعة (2/ 167)، وتذکرة الموضوعات للفتنی (ص:73)، سلسلة الاحادیث الضعیفة (1/ 390، حدیث 222)۔

۱۳۔ ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَة عَن النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إذَا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ غَفَرَ اللَّهُ لِلْحَاجِّ، فَإِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْمُزْدَلِفَةِ غَفَرَ اللَّهُ لِلتُّجَّارِ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ مِنًى غَفَرَ اللَّهُ لِلْحَمَّالِينَ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ غَفَرَ اللَّهُ لِلسُّؤَّالِ، فَلا يَشْهَدُ ذَلِكَ الْمَوْضِعِ أَحَدٌ إلا غُفِرَ لَهُ''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عرفہ کے دن اللہ حاجی کو بخشتا ہے، مزدلفہ کی رات اللہ تعالیٰ تاجروں کو بخشتا ہے، منیٰ کے دن اللہ تعالیٰ حمالوں کو بخشتا ہے اور جمرۂ عقبہ کے دن اللہ مانگنے والوں کو بخشتا ہے، چنانچہ اس جگہ جو بھی حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش ہی دیتا ہے۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: الموضوعات لابن الجوزی (2/ 215)، واللآلی ء المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة (2/105)۔

۱۴۔ ''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، يُعْطِيهِمْ مَا سَأَلُوا، وَيَسْتَجِيبُ لَهُمْ مَا دَعَوْا، وَيُخْلِفُ عَلَيْهِمْ مَا أَنْفَقُوا الدِّرْهَمَ أَلْفَ أَلْفٍ''۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں، جو مانگتے ہیں اللہ انہیں دیتا ہے، جو دعا کرتے ہیں اللہ قبول کرتا ہے، اور جو خرچ کرتے ہیں انہیں اس کا بدلہ دے گا، ایک درہم کے بدلے ہزار ہزار درہم۔

یہ روایت حد درجہ ضعیف اور منکر ہے۔

دیکھئے: سلسلة الاحادیث الضعیفة (14/ 561، حدیث 6754)، وضعیف الجامع الصغیر (ص:408، حدیث 2766)، وضعیف الترغیب والترہیب (1/ 178، حدیث 709)۔

۱۵۔ ''عنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ: إِنَّ لِلَّهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ عِشْرِينَ ومِئَة رَحْمَةٍ يَنْزِلُ عَلَى هَذَا الْبَيْتِ سِتُّونَ لِلطَّائِفِينَ وَأَرْبَعُونَ لِلْمُصَلِّينَ وَعِشْرُونَ لِلنَّاظِرِينَ''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر رات ودن میں اللہ کی ایک سو بیس رحمتیں ہوتی ہیں، جو اس گھر پر اترتی ہیں، ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس نمازیوں کے لئے اور بیس رحمتیں دیدار کرنے والوں کے لئے۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: الکامل فی ضعفاء الرجال (8/ 499)، والعلل المتناہیة (2/ 81، حدیث 940)، وسلسلة الاحادیث الضعیفة (1/ 423، وحدیث 256)، نیز دیکھئے: (1/ 339، حدیث 187)، و(1/ 342، حدیث 188)۔

۱۶۔ '' من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني''۔

جس نے خانۂ کعبہ کا حج اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: الکامل فی ضعفاء الرجال (8/ 248)، والموضوعات لابن الجوزی (2/ 217)، والاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (ص: 348، حدیث 500)، وتنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ (2/ 172)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (1/ 119، حدیث 45)۔

**۱۷۔ ’’من مات في أحد الحرمين؛ استوجبت شفاعتي، وجاء يوم القيامة من الآمنين‘‘۔**

جو دونوں حرم میں سے کسی میں وفات پائے گا، میری شفاعت واجب کرلے گا اور قیامت کے دن امن و امان میں آئے گا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: الضعفاء الکبیر للعقیلی (4/ 361)، والموضوعات لابن الجوزی (2/ 218)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (14/ 752، حدیث 6830)، وضعیف الترغیب والترہیب (1/ 192، حدیث 767)۔

**۱۸۔ ’’من حج فزار قبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي‘‘۔**

جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی' گویا اس نے زندگی میں میری زیارت کی۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: الکامل فی ضعفاء الرجال (3/ 272)، وضعیف الجامع الصغیر (ص: 800، حدیث 5553)، و سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (1/ 120، حدیث 47)، نیز دیکھئے: (522/12)۔

**۱۹۔ ’’من زار قبري وجبت له شفاعتي‘‘۔**

جس نے میری قبر کی زیارت کی' اس کے لئے میرے شفاعت طے ہوگئی۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: الضعفاء الکبیر للعقیلی (4/ 170)، وضعیف الجامع الصغیر و زیادۃ (ص: 808، حدیث 5607)۔

**۲۰۔ ’’من زارني وزار أبي إبراهيم في عام واحد دخل الجنة‘‘۔**

جس نے ایک ہی سال میں میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

یہ روایت موضوع ہے۔

دیکھئے: تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ (2/ 176)، و الاسرار المرفوعۃ (ص: 344 ، حدیث 489)، والمصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع (ص: 184، حدیث 336)، والنخبۃ البہیۃ فی الاحادیث المکذوبۃ علی خیر البریۃ (ص: 119، حدیث 353)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (1/ 120، وحدیث 46)۔

نوٹ: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کے سلسلہ میں تمام احادیث ضعیف ہیں، ان میں سے کچھ بھی دین میں معتبر نہیں، اسی لئے صحاح و سنن کے مصنفین نے ان میں سے کچھ بھی روایت نہیں کیا ہے، بلکہ انہیں امام دارقطنی اور بزار وغیرہ ضعیف احادیث روایت کرنے والے مصنفین نے روایت کیا ہے‘‘۔

نیز فرماتے ہیں: ’’قبر نبوی کی زیارت کے بارے میں مروی تمام حدیثیں ضعیف بلکہ جھوٹ ہیں‘‘۔

[ قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ (ص: 322,143)]۔

احکام ومسائل

# زیارت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - احکام وآداب

• تحریر: سماحۃ الشیخ امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالیٰ

• ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی

حج سے پہلے یا حج کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا مسنون ہے، جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"صلاة في مسجدي هذا خير من ألف صلاةٍ فيما سواه، إلا المسجد الحرام"** (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، حدیث نمبر (۱۱۱۶)، وصحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث نمبر (۲۴۷۰)۔

میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں ایک صلاۃ مسجد حرام کے علاوہ دنیا کی دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار صلوات سے بہتر ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاةٍ فيما سواه، إلا المسجد الحرام"** (صحیح مسلم، کتاب الحج، حدیث نمبر (۲۴۶۹)۔

میری اس مسجد میں ایک صلاۃ مسجد حرام کے علاوہ دنیا کی دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار صلوات سے افضل ہے۔

اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**"صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاةٍ فيما سواه، إلا المسجد الحرام، وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة صلاةٍ في مسجدي هذا"** (مسند احمد، مسند المدنیین، حدیث نمبر (۱۵۵۳۳)۔

میری اس مسجد میں ایک صلاۃ مسجد حرام کے علاوہ دنیا کی دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار صلوات سے افضل ہے، اور مسجد حرام میں ایک صلاۃ میری اس مسجد کے بالمقابل ایک سو صلوات سے افضل ہے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**"صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاةٍ فيما سواه، إلا المسجد الحرام، وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاةٍ فيماسواه"** (مسند احمد، باقی مسند المکثرین، حدیث نمبر (۱۴۱۶۷، ۱۴۷۳۳)، وابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، حدیث نمبر (۱۳۹۶)۔

میری اس مسجد میں ایک صلاۃ مسجد حرام کے علاوہ دنیا کی دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار صلوات سے افضل ہے، اور مسجد حرام میں ایک صلاۃ دنیا کی دیگر مساجد کے بالمقابل ایک لاکھ صلوات سے افضل ہے۔

اور اس معنی کی احادیث بے شمار ہیں۔

چنانچہ جب زیارت کرنے والا مسجد نبوی کے پاس پہنچے تو مستحب یہ ہے کہ داخل ہوتے ہوئے دایاں پیر آگے بڑھائے اور یہ دعا پڑھے:

**"بسم الله، والصلاة والسلام على رسول الله، أعوذ**

بالله العظيم ، وبوجهه الكريم، وسلطانه القديم، من الشيطان الرجيم (سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر (۳۹۳، ۳۹۴)، اللهم افتح لي أبواب رحمتك" (مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، حدیث نمبر (۱۱۶۵)۔

شروع اللہ کے نام سے، اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر، میں اللہ عظیم وبرتر، اس کے کریم چہرے، اور اس کی قدیم سلطنت کے ذریعہ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

یہی دعا تمام مساجد میں داخل ہونے کے وقت مسنون ہے، مسجد نبوی ﷺ کے لئے کوئی مخصوص دعا نہیں ہے۔

پھر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، اور ان میں خواہش کے مطابق اپنی دنیا وآخرت کی بھلائی کے لئے اللہ ﷻ سے دعا کرے، اور اگر یہ دونوں رکعتیں روضۂ شریفہ میں ادا کرسکے تو زیادہ افضل ہے، رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے:

"ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة" (صحیح البخاری، حدیث نمبر (۱۱۲۰)، وصحیح مسلم، حدیث نمبر (۲۴۶۳)۔

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

پھر صلاۃ تحیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صاحبین (حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی قبروں کی زیارت کرے، رسول اللہ ﷺ کے سامنے انتہائی ادب ووقار اور خاموشی کے ساتھ کھڑا ہو اور آپ ﷺ کو سلام کرے اور کہے:

"السلام عليك يا رسول الله ورحمة الله وبركاته"۔

اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ پر سلامتی، اور اللہ ﷻ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

کیونکہ سنن ابوداؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند حسن مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ما من أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله عليّ روحي حتى أردّ عليه السلام" (سنن ابوداود، حدیث نمبر (۱۷۴۵)، ومسند احمد، حدیث نمبر (۱۰۳۹۵)۔

جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ ﷻ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے، یہاں تک میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اور اگر زیارت کرنے والا حسب ذیل الفاظ میں سلام کہے:

"السلام عليك يا نبي الله، السلام عليك يا خيرة الله من خلقه، السلام عليك يا سيد المرسلين، وإمام المتقين، أشهد أنك قد بلّغت الرسالة، وأديت الأمانة، ونصحت الأمة، وجاهدت في الله حق جهاده"۔

ترجمہ: آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کے نبی ﷺ، آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کے مخلوق کی سب سے بہترین ذات، آپ پر سلامتی ہو اے رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نے پیغام الٰہی پہنچا دیا، امانت ادا کردی، امت کو نصیحت کردی اور آپ نے اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کیا۔

تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ مذکورہ تمام باتیں، آپ ﷺ کے اوصاف میں شامل ہیں، نیز درود پڑھے، اور رحمت کی دعائیں کرے، کیونکہ شریعت میں صلاۃ وسلام دونوں کا حکم ثابت ہے، ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾

اے مومنو! تم نبی کریم ﷺ پر درود بھیجو، اور خوب خوب سلام بھیجو۔ [الاحزاب: ۵۶]۔

پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو سلام کرے، ان کے لئے دعائیں کرے، اور اللہ کی رضامندی کا طالب ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ عنہما کو سلام عرض کرتے تو اکثر وبیشتر صرف:

"السلام عليك يارسول الله، السلام عليك يا أبابكر، السلام عليك يا أبتاه"

آپ پر سلامتی ہوا ے اللہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ پر سلامتی ہوا ے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ پر سلامتی ہوا ے اباجان رضی اللہ عنہ۔ پر اکتفا کرتے، اور واپس چلے جاتے۔

اور یہ زیارت صرف مردوں کے لئے مشروع ہے، رہیں عورتیں تو ان کے لئے کسی بھی قبر کی زیارت کرنا جائز نہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"لعن الله زوارات القبور من النساء، والمتخذين عليها المساجد والسرج" (جامع الترمذی، حدیث نمبر (۲۹۴، ۹۷۶) والنسائی، حدیث نمبر (۲۰۱۶)، وابوداود، حدیث نمبر (۲۸۱۷) ومسند احمد، حدیث نمبر (۱۹۲۶، ۲۰۴۷، ۲۸۲۹، ۲۹۵۲)۔

اللہ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اوران پر مساجد بنانے والوں اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

البتہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صلاۃ ادا کرنے، دعا کرنے، نیز وہ سارے اعمال انجام دینے کے لئے جو دیگر مساجد میں مشروع ہیں، کی غرض سے مدینہ منورہ کا قصد کرنا تمام لوگوں (مردوں وعورتوں) کے لئے مشروع اور جائز ہے، جیسا کہ سابقہ حدیثوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

اور زیارت کرنے والے کے لئے مشروع ہے کہ پنجوقتہ صلوات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا کرے، اور چونکہ مسجد نبوی میں بے پایاں اجر وثواب ہے اس لئے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کثرت سے ذکر واذکار، دعاء ونوافل میں مشغول رہے۔

اور مستحب یہ ہے کہ نوافل روضۂ شریفہ میں ادا کرے، جیسا کہ مذکورہ صحیح حدیث میں اس کی فضیلت کا ذکر آچکا ہے، ارشاد نبوی ہے:

"ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة"۔

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

البتہ جہاں تک فرض صلوات کا تعلق ہے تو مناسب یہ ہے کہ آگے بڑھ کر جہاں تک ممکن ہو صف اول کی پابندی اور اہتمام کرے، اگرچہ روضہ شریفہ کے آگے والے حصہ میں کیوں نہ ہو، کیونکہ بہت ساری صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف اول کی رغبت دلائی ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لو يعلم الناس ما في النداء والصف الأول ثم لم يجدوا إلا أن يستهموا عليه لاستهموا" (صحیح البخاری، حدیث نمبر (۵۸۰) وصحیح مسلم، حدیث نمبر (۶۶۱)۔

اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کی فضیلت معلوم ہوجاتی، پھر انہیں اسے حاصل کرنے کیلئے قرعہ اندازی پر مجبور ہونا پڑتا تو وہ قرعہ اندازی بھی کرتے۔

نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"تقدموا، فأتموا بي، وليأتم بكم من بعدكم، ولا يزال الرجل يتأخر عن الصلاة حتى يؤخره الله" (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر (۶۶۲)۔

آگے بڑھو، اور میری اقتداء کرو، اور تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں، اور آدمی مسلسل صلاۃ سے پیچھے ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل بھی اسے پیچھے ڈال دیتا ہے۔

اور سنن ابوداود میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بسند حسن مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا يزال الرجل يتأخر عن الصف المقدم حتى يؤخره الله في النار'' (سنن ابوداود، حدیث نمبر (۶۸۱)۔

آدمی مسلسل پہلی صف سے پیچھے ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ ﷻ اسے جہنم میں پیچھے ڈال دیتا ہے۔

نیز آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

''ألا تصفون كما تصف الملائكة عند ربها؟!'' قالوا: يا رسول الله، وكيف تصف الملائكة عند ربها؟ قال: ''يتمون الصفوف الأول، ويتراصون في الصف'' (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر (۶۵۱)۔

کیا تم لوگ اس طرح صف بندی نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے پاس صف بندی کرتے ہیں؟!، صحابۂ کرام ﷺ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ فرشتے اپنے رب کے پاس کس طرح صف بندی کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''پہلے اگلی صفیں پُر کرتے ہیں، اور خوب ملکر کھڑے ہوتے ہیں۔

اور اس معنی کی حدیثیں بے شمار ہیں جو مسجد نبوی اور دیگر مساجد کو توسیع سے قبل اور توسیع کے بعد بہر صورت شامل ہیں، اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ اپنے صحابۂ کرام کو صفوں کے دائیں جانب کی ترغیب دلاتے تھے، اور یہ معلوم ہے کہ آپ ﷺ کی پہلی مسجد میں صفوں کا دایاں حصہ روضۂ شریفہ سے باہر تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صف اول اور دائیں جانب کا اہتمام کرنا روضۂ شریفہ کے اہتمام پر مقدم ہے، اور ان کی پابندی کرنا روضۂ مبارکہ میں صلاۃ ادا کرنے کی پابندی سے اولیٰ وافضل ہے، اور اس سلسلہ میں وارد شدہ احادیث میں غور وفکر کرنے والے کے لئے یہ مسئلہ انتہائی واضح ہے۔ واللہ الموفق۔

اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ حجرہ مبارکہ (وہ کمرہ جس میں آپ ﷺ دفن ہیں) کو حصول برکت کے لئے چھوئے یا بوسہ دے (چومے)، یا اس کا طواف کرے، کیونکہ یہ ساری چیزیں سلف صالحین سے منقول نہیں ہیں، بلکہ بدترین قسم کی بدعات ہیں۔

اور نہ کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے حاجت براری، یا مشکل کشائی، یا کسی مریض کی شفایابی، یا اور کسی قسم کی حاجت کا سوال کرے، کیونکہ یہ تمام چیزیں صرف اللہ ﷻ ہی سے طلب کی جا سکتی ہیں، لہٰذا، ان کا کسی اور فرد بشر سے طلب کرنا اللہ کی ذات میں شرک، اور غیر اللہ کی عبادت ہے۔ اور دین اسلام دو اصولوں پر مبنی ہے:

۱۔ صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔

۲۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے مشروع کردہ طریقہ کے مطابق اللہ کی عبادت کی جائے۔

کلمۂ شہادت ''لا إله إلا الله، محمد رسول الله'' کا یہی معنی ومفہوم ہے۔

نیز اسی طرح کسی کے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے شفاعت طلب کرے، کیونکہ یہ اللہ ﷻ کی خاص ملکیت ہے، لہٰذا اسی سے طلب کی جا سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

(قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا) [سورۃ الزمر: ۴۴]۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ﷻ ہی تمام شفاعتوں کا مالک ہے۔

چنانچہ آپ کہہ سکتے ہیں:

''اللهم شَفِّعْ فِيَّ نبيك، اللهم شَفِّعْ فِيَّ ملائكتك، وعبادك المؤمنين، اللهم شَفِّعْ فِيَّ أفراطي''۔

اے اللہ میرے سلسلہ میں اپنے نبی ﷺ کی شفارش قبول فرما، اے اللہ میرے سلسلہ میں اپنے فرشتوں اور مومن بندوں کی شفارش قبول فرما، اے اللہ میرے سلسلہ میں مجھ سے پہلے کوثر اور جنت سے سرفراز مندوں کی شفارش قبول فرما۔

البتہ جہاں تک مُردوں کی بات ہے تو ان سے کوئی چیز مانگنا جائز نہیں نہ شفاعت نہ اور کچھ، خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء، کیونکہ ایسا کرنا جائز نہیں، اور اس لئے بھی کہ میت کا عمل موت کے سبب منقطع ہوجاتا ہے، سوائے ان بعض چیزوں کے جنھیں شریعت نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث: صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له" (صحیح مسلم، کتاب الوصیة، حدیث نمبر (۳۰۸۴)۔

جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، صدقہ جاریہ، یا کوئی علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلبی صرف آپ کی حیات مبارکہ میں جائز تھی، اور پھر روز قیامت جائز ہوگی، کیونکہ آپ اس پر قادر ہوں گے اور آپ کیلئے ممکن ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بڑھ کر طالب شفاعت کیلئے شفاعت کریں، جہاں تک دنیا کی بات ہے تو سبھی جانتے ہیں، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر فرد بشر کا مسئلہ ہے، کہ مسلمان کیلئے جائز ہے کہ اپنے مسلمان بھائی سے کہے: "فلاں فلاں مسئلہ میں میرے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کردیجئے"۔

یعنی میرے لئے اللہ سے دعا کردیجئے۔ اور جس سے یہ بات کہی جارہی ہو اس کیلئے بھی جائز ہے کہ وہ اس کے لئے اللہ سے شفاعت کی دعا کرے، بشرطیکہ وہ شیء مطلوب اللہ کی شریعت کی روشنی میں جائز اور مباح ہو۔

اور جہاں تک روز قیامت کا مسئلہ ہے تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

(مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ)۔

کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کرسکے۔ [البقرة:۲۵۵]

اور رہی موت کی حالت تو وہ ایک مخصوص حالت ہے جسے انسان کی موت سے پہلے کی حالت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی بعث بعد الموت کی حالت پر، کیونکہ موت کے سبب انسان کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، اور وہ اپنے اعمال و کرتوت کے عوض گروی قرار پاتا ہے، سوائے ان صورتوں کے جن کا شارع علیہ السلام نے استثناء فرمایا ہے، اور مُردوں سے شفاعت طلبی ان امور میں سے نہیں ہے جسے شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مستثنیٰ قرار دیا ہے، لہذا اسے بھی موت سے قبل کی حالت پر نہیں قیاس کیا جاسکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد عالم برزخ میں زندہ ہیں، اور یہ زندگی شہداء کی زندگی سے اکمل ترین ہے، لیکن وہ زندگی آپ کی وفات سے پہلے کی زندگی کی طرح نہیں ہے، اور نہ روز قیامت کی زندگی کے مثل، بلکہ وہ ایک ایسی زندگی ہے، جس کی حقیقت و کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ سابق حدیث میں فرمان نبوی گذرا:

"ما من أحد يسلم علي إلا رد الله على روحي حتى أرد عليه السلام"۔

جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے، یہاں تک میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

لہذا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصلاً میت ہیں، آپ کی روح مبارک آپ کے جسد عنصری سے جدا ہے، لیکن سلام کے وقت لوٹائی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی دلیلیں قرآن

وسنت میں معروف ہیں، اور یہ اہل علم کے نزدیک ایک متفقہ مسئلہ ہے، لیکن اس سے حیات برزخی کی نفی نہیں ہوتی، جس طرح شہداء کی موت سے برزخی زندگی کی نفی نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد ہے:

(وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ) ـ [آل عمران: ۱۶۹]

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں۔

ہم نے اس مسئلہ میں تفصیلی گفتگو ضرورت کے پیش نظر کی ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت سارے لوگ عوام الناس کو الجھا کر شرک و مُردہ پرستی کی دعوت دیتے ہیں۔ (اللہ عزوجل ہمیں اور تمام مسلمانوں کو شریعت کی تمام مخالفتوں سے بچائے، آمین)

اور بعض زیارت کرنے والے جو قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند کرتے ہیں، اور دیر تک وہاں کھڑے رہتے ہیں، یہ شریعت کے خلاف امر ہے، کیونکہ اللہ جل جلالہ نے امت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنے، اور جس طرح لوگ آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے باتیں کرتے ہیں اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے، اور آپ کے پاس آواز پست رکھنے کی تلقین کی ہے، ارشاد باری ہے:

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝) [الحجرات: ۲، ۳]۔

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال رائیگاں اور تباہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، بیشک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ و پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔

اور اس لئے بھی کہ آپ کی قبر مبارک کے پاس دیر تک کھڑے رہنا بھیڑ بھاڑ، شور شرابے اور آوازیں بلند ہونے کا سبب ہے، جو کہ شریعت کے مخالف امر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی و وفات ہر دو حالت میں یکساں محترم ہیں، لہٰذا کسی مسلمان کے لئے آپ کی قبر مبارک کے پاس بھی ایسی حرکتیں کرنا مناسب نہیں جو شرعی آداب کے خلاف ہوں۔

اسی طرح بعض زائرین آپ کی قبر مبارک کے پاس قبر کے روبرو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ساری چیزیں سلف صالحین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے عمل و اسوہ کے خلاف، بلکہ نئی ایجاد کردہ بدعات میں سے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

**"عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة"**۔ (أبوداود، حديث (۴۶۰۷)، والترمذي، حديث (۲۶۷۶)۔

میری سنت کو لازم پکڑنا اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ نیک خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو، اسی کو لازم پکڑنا اور دانتوں سے مضبوط جکڑ لینا، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچنا، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"(مسلم)۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو مردود ہے۔

اورصحیح مسلم کی روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد"۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعا کرتے ہوئے دیکھا تو اسے اس سے منع فرمادیا اور کہا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد اپنے دادا کے واسطے سی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تتخذوا قبري عيداً، ولا بيوتكم قبوراً، وصلّوا علي، فإن تسليمكم يَبْلُغني أينما كنتم"(ابو داود، حدیث (۱۷۴۶) ومسند احمد، حدیث (۸۴۴۹)۔

میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا اسلام مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں ہو۔(الأحاديث المختارة، حافظ محمد بن عبد الواحد المقدسیؒ)۔

اسی طرح بعض زائرین آپ کو سلام کرتے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر یا اس سے نیچے اس طرح رکھتے ہیں جیسے صلاۃ پڑھنے والے کی حالت ہوتی ہے، یہ شکل بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے وقت جائز نہیں اور نہ آپ کے علاوہ شاہان ولیڈران وغیرہ کے لئے جائز ہے، کیونکہ یہ انکساری، خضوع اور عبادت کی شکل ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے درست ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اہل علم کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔

موقع شناسوں اور اسوۂ سلف کے پیروکاروں کے لئے مسئلہ یونہی واضح اور دوٹوک ہے، لیکن جس پر تعصب، خواہشات نفس، اندھی تقلید اور داعیانِ حق کے سلسلہ میں سوءظن کا غلبہ ہو، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں اور ایسے شخص کو ہدایت عطا فرمائے اور حق کو ناحق پر ترجیح دینے کی توفیق ارزانی مرحمت فرمائے، آمین)

اسی طرح بعض لوگ دور سے قبر مبارک کی طرف چہرہ کرکے کھڑے ہوتے ہیں، اور سلام یا دعا پڑھتے ہوئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتے ہیں، یہ ساری چیزیں سابقہ امور کی طرح بدعات وخرافات ہیں، اور کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر دین اسلام میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے، کیونکہ اس عمل سے وہ صدق وصفاء کی بہ نسبت بے وفائی ومخالفت سے قریب تر قرار پائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس عمل اور اس جیسے دیگر اعمال پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا:

"لن يُصْلِحَ آخر هذه الأمة إلا ما أصلح أولها"(قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة، از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ص: (۱۲۵)۔

اس امت کے آخر کی اصلاح انہیں چیزوں سے ہوسکتی ہے جن سے اس کے اول کی اصلاح ہوئی تھی۔

اور ہر شخص جانتا ہے کہ اس امت کے اول کی اصلاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خلفاء راشدین، اور آپ کے برگزیدہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے منہج کی اتباع سے ہوئی تھی، لہٰذا، اس امت کے آخر کی اصلاح بھی اسی عقیدہ ومنہج کے تمسک سے ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نجات وسعادتمندی اور دنیا وآخرت میں عزت سے سرفرازمندی کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)

## تنبیه:

حج میں قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شرط یا واجب نہیں ہے، جیسا کہ بعض جاہل عوام کا خیال ہے ، بلکہ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مسجد نبوی کی زیارت کرے یا اس کے قریب ہو۔

البتہ جو شخص مسجد نبوی سے دور ہو اس کے لئے محض قبر کی زیارت کی خاطر کجاوہ کسنا (سفر کرنا) جائز نہیں، لیکن مسجد نبوی کے ارادے سے اس کے لئے سفر کرنا مسنون ہے۔

اب جب وہ مسجد نبوی پہنچے تو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صاحبین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بھی زیارت کرے، اس طور پر قبر نبوی اور صاحبین کی قبروں کی زیارت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے تابع ہوگی، اس لئے کہ صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**"لا تشد الرحال الا الیٰ ثلاثة مساجد:المسجد الحرام ، ومسجدي هذا ، والمسجد الأقصیٰ"** (صحیح البخاری، حدیث (۱۱۱۵) وصحیح مسلم، حدیث (۲۴۷۵)۔

کجاوے نہیں کسے جاسکتے سوائے تین مسجدوں کے لئے : مسجد حرام، میری یہ مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔

اگر قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر قبروں کی زیارت کے لئے خصوصی سفر کرنا مشروع ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ضرور اس کی رہنمائی کی ہوتی ، اور انہیں اس کی فضیلت سے آگاہ کیا ہوتا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خیر خواہ، سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے، اور اللہ جل جلالہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو کھلی تبلیغ فرمائی، انہیں ہر طرح کی بھلائی کی طرف رہنمائی کی اور ہر قسم کے شر سے آگاہ اور متنبہ کیا۔

اور کیسے نہیں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تین مساجد کے علاوہ کسی بھی غرض سے (ثواب کی نیت سے) سفر کرنے سے ڈرایا ہے اور تنبیہ فرمائی ہے، اور ارشاد فرمایا:

**"لا تتخذوا قبري عيداً، ولا بيوتكم قبوراً، وصلّوا عليّ، فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم"۔**

میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی خاطر شد رحال (سفر کرنے کو) کو مشروع قرار دینا آپ کی قبر مبارک کو عید (میلا ٹھیلا) بنانے اور غلو پسندی اور مبالغہ آرائی کے اس ممنوع عمل میں واقع ہونے کا سبب ہے جس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خائف تھے، جیسا کہ زیارت قبر نبوی کی خاطر شد رحال کی مشروعیت کا عقیدہ رکھنے والے بہت سارے لوگ اس ممنوع عمل میں واقع ہو چکے ہیں۔

رہا اس باب میں مروی ان روایات کا مسئلہ جن سے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شد رحال کی مشروعیت کے قائلین استدلال کرتے ہیں، اور حجت پکڑتے ہیں، تو وہ ساری کی ساری روایتیں سنداً ضعیف بلکہ موضوع اور جھوٹی ہیں، جیسا کہ ان کے ضعف کی نشاندہی امام دارقطنی، امام بیہقی، امام حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے کی ہے، لہٰذا ان ضعیف وموضوع احادیث کو ان صحیح احادیث کے مقابلہ میں پیش کرنا جائز نہیں جن سے تین مساجد کے علاوہ کسی بھی جگہ کے لئے شد رحال کی حرمت کا پتہ چلتا ہے۔

عزیز قاری! اس باب میں پائی جانے والی چند موضوع (جھوٹی) احادیث ذیل میں پیش خدمت ہیں، تاکہ آپ خود ان کی حقیقت سے واقف ہوسکیں اور دوسروں کو ان سے دھوکہ کھانے سے بچائیں:

✿ "من حج ولم يزرني فقد جفاني"۔

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی ( مجھ پر ظلم کیا)۔

✿ "من زارني بعد مماتي فكأنما زارني في حياتي"۔

جس میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

✿ "من زارني وزار أبي إبراهيم في عام واحد ضمنت له على الله الجنة"۔

جس نے ایک ہی سال میں میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی، میں اس کے لئے اللہ سے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

✿ "من زار قبري وجبت له شفاعتي"۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری سفارش واجب ہوگئی۔

یہ اور اس قسم کی دیگر احادیث نبی کریم ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ "التلخیص" میں اس قسم کی اکثر روایتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "اس حدیث کی تمام سندیں ضعیف ہیں"۔

حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں"۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ پورے جزم ویقین کے ساتھ فرماتے ہیں: "اس باب کی تمام حدیثیں موضوع ( جھوٹی ) ہیں"۔

اور آپ کی شخصیت علم، حفظ اور وسعت اطلاع کے اعتبار سے کافی ہے۔

اگر ان میں سے کوئی حدیث ثابت ہوتی تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر عمل کرنے، امت کے سامنے اسے بیان کرنے اور لوگوں کو اس کی دعوت دینے میں سب سے آگے ہوتے، کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر، اللہ کے حدود اور شرعی احکامات کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور اللہ عزوجل اور اس کی مخلوق کے لئے سب سے زیادہ ناصح اور بہی خواہ تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں اُن کی طرف سے کسی چیز کا منقول نہ ہونا، اس کی عدم مشروعیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اور اگر بالفرض ان میں کوئی چیز صحیح بھی ہو تو اسے اُس شرعی زیارت پر محمول کرنا واجب ہوگا، جس میں صرف قبر نبوی ﷺ کی زیارت کی غرض سے سفر نہ ہو، تاکہ تمام احادیث میں تطبیق ممکن ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

## مسجد قباء اور بقیع کی زیارت مستحب ہے

زائر مدینہ کے لئے مستحب ہے کہ مسجد قباء کی زیارت کرے اور اس میں نماز ادا کرے، جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"كان النبي ﷺ يزور مسجد قباء راكباً وماشياً، ويصلي فيه ركعتين"۔

نبی کریم ﷺ سواری سے یا پیدل مسجد قباء کی زیارت کیا کرتے تھے، اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من تطهر في بيته، ثم أتى مسجد قباء فصلى فيه صلاة كان له كأجر عمرة"۔

جس نے اپنے گھر میں وضو کیا' پھر مسجد قباء میں آکر کوئی نماز پڑھی، تو اسے ایک عمرہ کا اجر حاصل ہوگا۔

اسی طرح زائر مدینہ کے لئے بقیع، شہداء کرام کی قبروں نیز حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت بھی مسنون ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کرتے تھے اور ان کے لئے دعائیں کرتے تھے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"زوروا القبور، فإنها تذكركم الآخرة"۔

اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یہ دعا پڑھا کریں:

"السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، نسأل الله لنا ولكم العافية"۔

ترجمہ: اے اہل قبور مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شاء اللہ تم سے آملنے والے ہیں، ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اسے امام مسلم نے بسند سلیمان بن بریدہ عن أبیہ روایت کیا ہے۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبروں سے گزرے تو ان کے طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

"السلام عليكم يا أهل القبور، يغفر الله لنا ولكم، أنتم سلفنا ونحن بالأثر"۔

ترجمہ: اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی مغفرت فرمائے، آپ ہمارے پیش رفت ہیں اور ہم بعد میں آنے والے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کی شرعی زیارت کا مقصود آخرت کی یاد، مردوں کے ساتھ ارادۂ خیر اور ان کے لئے دعا رحمت ہے۔

رہا قبروں کے پاس دعا کرنے' یا وہاں چمٹ کر بیٹھنے، یا حاجت براری یا مریضوں کی شفایابی کا سوال کرنے، یا ان کے اور ان کی جاہ وحشمت کے ذریعہ اللہ سے مانگنے وغیرہ کی نیت سے قبروں کی زیارت کرنا' تو یہ بدعی اور منکر زیارت ہے، جسے نہ اللہ نے مشروع قرار دیا ہے' نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے، اور نہ ہی اسے سلف صالحین ہی نے انجام دیا ہے۔ بلکہ یہ اس فحش گوئی کے قبیل سے ہے جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"زوروا القبور، ولا تقولوا هجراً"۔

قبروں کی زیارت کرو اور فحش گوئی نہ کرو۔

مذکورہ تمام امور بدعت ہونے میں مشترک ہیں' البتہ ان کے مراتب و درجات مختلف ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض چیزیں بدعت ہیں لیکن شرک نہیں ہیں، جیسے قبروں کے پاس اللہ کو پکارنا، مردے کے جاہ وحق وغیرہ کے واسطے سے اللہ سے دعا کرنا، اور بعض چیزیں شرک اکبر کے قبیل سے ہیں، جیسے مردوں کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا وغیرہ۔

محاسن اسلام

# نظریۂ مساوات اسلام کی عظیم خصوصیت

● محمد عاطف شہاب الدین سنابلی

دنیا کے تمام مذاہب سے میرے دین اسلام کے اندر کچھ ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دوسرے کے قاعدہ وقانون کی حفاظت و پاسداری اوراس کا یہ کما حقہ عمل ہے۔ چنانچہ ہرقوم، ہر جماعت، ہرگروہ، ہرفرقہ اپنے آپ کو یہ کہتا ہوا دندناتا پھرتا ہے کہ میرا مذہب تمام مذاہب سے عمدہ، میرا دین تمام ادیان سے افضل، میرا دھرم تمام دھرموں سے اعلیٰ وارفع ہے لیکن جب ہم اس کی زبانی دعوی کا جائزہ روزمرہ کی زندگی میں لیتے ہیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ سب کے سب اپنے قول میں جھوٹے اور افکار کے لولے نظر آتے ہیں۔ سوائے دین اسلام کے کہ اس کا ہر قانون اٹل اور لازوال اوراس کا ہر قاعدہ پختہ اور بے مثال ہے بلا شبہ دین اسلام بہت ساری خوبیوں اوراچھائیوں کا مالک ہے ان میں سے ایک بڑی خوبی وخصوصیت نظریۂ مساوات اور تصور وحدت ہے اسلام کا ہر قانون وقاعدہ مساوات وبرابری اور وحدت ویکسانیت کی لڑی میں پرودیا گیا ہے۔

یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل انسانیت پر نزع کا عالم طاری تھا انسانی شرافت، اخلاق اور قدریں عنقا ہوچکی تھیں عدل ومساوات، اخوت وبھائی چارگی کا تصور تک باقی نہ تھا عین ایسے وقت میں اسلام کا ظہور ہوا اور مساوات ووحدت کا داعی وعلمبردار بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا اور انسانیت کے مابین تفریق وتفویق اور برتری کے تمام تصورات کو مٹاڈالا اور یہ درس دیا کہ طبقات رنگ ونسل، شکل وصورت کے اعتبار سے کسی کو کسی فرد پر فوقیت وبرتری حاصل نہیں آپ دیکھیں گے کہ اسلام کے ہر حکم کے اندر مساوات کی نشانیاں ٹپکتی ہیں، اسلام کے ارکان خمسہ خصوصاً اور دوسرے ارکان کے اندر عموماً مساوات کی واضح تعلیم موجود ہے۔

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اسلام کے اس پہلے بنیادی رکن سے ہی مساوات کی تعلیم مترشح ہوتا ہے بایں طور کہ اس کلمہ کا قائل دائرہ اسلام کے اندر داخل ہونے والا ایک بادشاہ بھی ادا کرتا ہے اور ایک فقیر ومجبور انسان بھی۔

اسی طرح نماز کو لے لیجئے جو نبی کے آنکھوں کی ٹھنڈک اور مومنین کی معراج ہے چنانچہ جب اس کے پنجوقتہ اذان کی آواز بندۂ مومن کے گوش گذار ہوتا ہے تو ہر چھوٹا بڑا، امیر وغریب، شاہ وگدا خانۂ خدا (مسجد) کی راہ پکڑتا ہے سب کی جائے نماز ایک ہی ہوا کرتی ہے مختلف نہیں اور سب ایک ہی امام کی پیروی، ایک ہی کتاب کی تلاوت اور ایک ہی وقت میں ادا کرتے ہیں امیر کے لئے دوسری سورتیں، دوسرا امام اور دوسرا وقت نہیں ہوتا اور غریب کے لئے دوسرا۔ ان تمام چیزوں کو چھوڑیئے جب ادائیگی نماز کے لئے صفیں، درست کی جاتی ہیں۔ اور لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ تو

بلا امتیاز وتفریق امیر وغریب، شاہ وگدا، گاؤں کے مکھیا صاحب اور مزدور سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں اسلام نے کوئی امتیاز نہیں کیا علامہ اقبال نے کیا ہی سچ کیا ہے:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اسی طرح آپ روزہ، حج اور زکوٰۃ کو دیکھ لیجئے تو ہر ایک رکن کے اندر مساوات کا درس ملتا ہے، سب کے لئے ایک ہی حکم نافذ ہوگا وہ امیر ہو یا غریب چنانچہ جب آپ اسلام اور اس کی تاریخ اور کتاب وسنت کا مطالعہ کریں گے تو آپ کے لئے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی کہ اسلام نے دیگر مذاہب سے درے مساوات وبرابری کی کس قدر تعلیم دی ہے اور اسے تمام حقوق کا اساس کہا ہے لیکن فی زمانا حقوق انسانی کے عالمی منشور میں بھی حق مساوات کی بات کہی گئی ہے اور اسی طرح کی بات بین الاقوامی سماجی وسیاسی معاہدہ میں کہی گئی ہے اور ان میں بیان کیا گیا ہے کہ رنگ ونسل، جنس وزبان، مذہب، سیاسی یا دیگر افکار وخیالات، سماجی ومعاشی حیثیت کی بنیاد پر فرق وامتیاز نہیں کیا جائے گا لیکن دنیا نے مساوات کے تصور کو آج جتنی اہمیت دی ہے اسلام نے اسے اس سے کہیں زیادہ اہمیت دی ہے وحدت ویکسانیت، مساوات وبرابری کا درس وتصور اس کی اساسی وبنیادی تعلیمات میں شامل ہے اس نے اسے اس وقت اجاگر کیا جب کہ دنیا اس سے بے خبر ونا آشنا تھی۔

اب چند آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ نے اس حقیقت کو بار بار اپنی زبان میں کس قدر واضح کیا ہے اور اسلام نے ذات پات اور نسل ونسب کے امتیاز کی کوئی گنجائش نہیں رکھی ہے بلکہ اسے اپنے پیروں تلے روند ڈالا اور انسانوں کے درمیان فرق وامتیاز کے اس تصور پر کاری ضرب لگادی اور اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ انسانوں کے درمیان فرق وامتیاز دراصل باہم تعارف وشناسائی کا ذریعہ ہے حقیقی فرق نہیں اور فرق کا مقصد شریف وکمین اور برتر وکم تر کا امتیاز قائم کرنے کے لئے نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ [الحجرات: ۱۳]

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

چند احادیث نبویہ ملاحظہ ہوں:

(۱) آپ نے فتح مکہ کے موقع پر طواف کعبہ کے بعد جو خطبہ دیا تھا اس میں قومی اور نسلی برتری کے احساسات کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا اور بتایا کہ آدم کی اولاد سب ایک حیثیت کی مالک ہے اور سبھی ایک جنس کے ہیں۔

"یا ایها الناس ان الله قد اذهب عنكم عبية الجاهلية وتعاظمها بابائها فالناس رجلان برتقي كريم على الله وفاجر شقي هين على الله والناس بنو ادم وخلق الله ادم من تراب" (سنن الترمذی، ابن کثیر)

یعنی اے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کا غرور اور اس کا اپنے آباء واجداد پر فخر کرنا دور کر دیا لوگو! تمام انسان دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں ایک نیک اور پرہیز گار جو اللہ کے نزدیک عزت والا ہے دوسرا فاجر وشقی جو اللہ کے نزدیک ذلیل ہے ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔

(۲) حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے وسط میں آپ نے جو خطبہ دیا اس میں فرمایا: "**یا ایھاالناس الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد ، لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی**" (مسند احمد ۵/۴۱۱، صححہ الالبانی)

ترجمہ: اے لوگو! سنو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے کسی بھی عربی کی فضیلت کسی عجمی پر نہیں اور نہ کسی عجمی کی عربی پر ہے نہ گورے کی فضیلت کالے پر ہے اور نہ کالے کی فضیلت گورے پر ہے ہاں فضیلت ہے تو وہ صرف تقوی کی بنیاد پر ہے۔

(۳) ایک اور حدیث میں آپ کا فرمان ہے: "**ان اللہ لا یسئلکم عن احسابکم ولاعن انسابکم یوم القیمۃ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم**" (الاحادیث الصحیحۃ: ۱۰۳۸)

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارا حسب ونسب نہیں پوچھے گا اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

(۴) اسی طرح ایک اور حدیث میں وارد ہے: "**ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم**" (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ حدیث نمبر ۳۴، ۲۵۶۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ یعنی اللہ کے یہاں حسن وخوبصورتی، شکل وصورت، دولت وثروت، حکومت وسلطنت اور جاہ وحشمت کی کوئی قدر قیمت نہیں۔

(۵) اسی ایک اور حدیث میں آتا ہے: **من بطا بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ**" (صحیح مسلم ح: ۲۶۹۹ ج ۴ ص ۲۰۷۴)

علاوہ ازیں بے شمار حدیثیں کتب احادیث میں موجود ہیں جن سے مساوات کی تعلیم مترشح ہوتا ہے اور آپ کی سیرت مطہرہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ تصور مساوات کو اپنی امتیوں کے دل میں بٹھانے کے لئے ہمہ وقت ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں خود آپ بھی لوگوں میں ایک عام اور معمولی انسان کی طرح رہتے بسااوقات نئے لوگوں کو آپ کے عام انسانوں کی طرح رہنے کی وجہ سے پہچاننے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا اور ایسا کیوں نہ ہو جس نظریہ کے آپ خود داعی تھے اسکے عملی نفاذ سے آپ کو کیونکر پیچھے رہ سکتے تھے اسی طرح آپ کے بعد جتنے خلفاء راشدین آئے سبھوں نے مساوات کے مکمل اصول کی پاسداری کی اور معاشرہ وسماج میں اونچ نیچ کا تصور تک پیدا نہ ہونے دیا چنانچہ حضرت ابوبکر جب سریر خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو اس موقعہ سے جو آپ نے خطبہ دیا اس کے اندر مساوات کا ایک اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے۔

آپ نے فرمایا: "**یا ایھا الناس ولیت علیکم ولست بخیر کم فان احسنت فاعینونی وان اساء ت فقومونی الصدق امانۃ والکذب خیانۃ والضعیف فیکم قوی عندی حتی اخذ حقہ والقوی ضعیف عندی حتی اخذ منہ**

الحق ان شاء اللہ ۔(الکامل لابن الاثیر ۲/ ۲۲۴،۲۲۵)

یعنی اے لوگو! میں تمہارے اوپر حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کروں تو تم لوگ میری مدد کرنا اور اگر برا کروں تو مجھے سیدھا کر دینا سچائی ،امانت اور جھوٹ خیانت ہے تمہارا کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلادوں اور تمہارا طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے حق وصول نہ کروں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

دیکھئے حضرت ابوبکر صدیق نے بہت بڑا حکمراں بن جانے کے باوجود اپنی افضیلت وبرتری کو لوگوں پر تھوپنے کی کوشش نہیں کی بلکہ تمام لوگوں کے ساتھ انسانیت اور عبدیت کے ایک ہی صف میں کھڑے رہنے کو پسند فرمایا۔

آپ کی زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ہمہ وقت تمام رعایا کے ساتھ مساویانہ سلوک کرنے کی تڑپ رکھتے تھے۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب جو دوسرے خلیفہ راشد ہیں انہوں نے بھی عدل ومساوات کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں کہ ''عدل فاروقی'' ضرب المثل بن گیا۔اور اتنی بڑی سلطنت وحکومت کے مالک ہونے کے باوجود پیوند لگے کپڑے زیب تن ہوتے تھے جس سے آپ کی حکمرانی کا طرز اور جذبۂ مساوات کی عکاسی ہوتی ہے علاوہ ازیں آپ کی زندگی کے بے شمار واقعات موجود ہیں جن کے اندر مساوات کی اعلیٰ مثالیں موجود ہیں۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک ہی محدود نہیں رہی ہیں بلکہ اسلام نے ان کے مطابق اہل ایمان کی ایک عالمگیر برادری عملاً قائم کر کے دکھادی ہے جس میں رنگ ونسل ، زبان وطن اور قومیت کی کوئی تمیز نہیں جس میں اونچ نیچ اور چھوت چھات اور ملک وطن سے تعلق رکھتے ہوں بالکل مساویانہ حقوق کے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں اور ہوئے ہیں اسلام کے مخالفین تک کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ انسانی مساوات اور وحدت کے اصول کو جس کامیابی کے ساتھ مسلم معاشرہ میں عملی شکل دی گئی ہے اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی دین ومذہب اور کسی نظام میں نہیں پائی جاتی نہ کبھی پائی گئی ہے صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے روئے زمین کے تمام گوشوں میں پھیلی ہوئی بے شمار نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک امت بنادیا ہے۔

(تفہیم القرآن ج۵ ص۹۸)

واضح رہے کہ اسلام سے پہلے عربوں میں ذات پات اور نسلی امتیاز کا بڑا خیال کیا جاتا تھا بالخصوص شادی بیاہ کے موقعوں پر لیکن اسلام نے بیاہ شادی کے موقعوں پر ذات پات،حسب ونسب اور قبیلہ وخاندان کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی اور یہی نہیں بلکہ قریشیوں کی رگ رگ میں نسلی تعصب بھرا ہوا تھا عالم یہ تھا کہ اپنی بیٹیاں دینا تو درکنار تلوار چلانے میں بھی نسل ونسب کے امتیاز کو نہ چھوڑتے تھے جنگ بدر میں عتبہ بن ربیعہ نے جو مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا، یہ مطالبہ پیش کیا تھا کہ جب تک کوئی قریشی ہی میرے مقابلہ میں نہیں آئے گا اس وقت تک نیام سے تلوار نکالنا میرے لئے ذلت ہے۔

اندازہ کیجئے کہ اسلام کی آمد سے قبل حالت کیا تھی لیکن جب اسلام آیا رنگ یہ ہوگیا کہ وہی قریش روم اور حبش کے دیندار غلاموں کو اپنی بیٹیاں دینے پر فخر محسوس کرنے لگے۔

خود پیغمبر اسلام نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب کا

نکاح حضرت زید سے کردیا تھا جو ایک غلام تھے حضرت حذیفہ نے اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید ایک ایرانی غلام حضرت سالم کو بیاہ دی تھی حضرت بلال حبشی جو ایک غلام، مسکین وفقیر انسان تھے لیکن جب انہوں نے ایک مجلس میں عقد کی خواہش ظاہر کی تو سب بیٹی والے یہی کہتے تھے کہ یہ فخر مجھے حاصل ہو۔

چنانچہ اسلام کی یہ ممتاز خصوصیت ہے کہ اسلام میں کوئی اچھوت نہیں، اور نہ کوئی نیچ ہے، اسلام اچھوت پن کو دور کرتا ہے اور غلامی کی زنجیروں کو کاٹ دیتا ہے سوسائٹی میں مساوات قائم کرتا ہے جو اچھوت کہلائے جاتے ہیں اسلام میں دوسروں کو چھو سکتے ہیں اور دوسرے ان کو چھو سکتے ہیں اور اسلام میں ذات پات، چھوت چھات کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اسلام نے رنگ، وطن، خاندان، حسب ونسب، دولت وثروت غرض نوع انسانی کے ان سیکڑوں خودساختہ اعزازی رتبوں کو مٹا کر صرف ایک ہی امتیازی معیار قائم کردیا ہے جس کا نام تقویٰ ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم اپنی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اور معاشرے سے ذات پات کی تفریق کو ختم کرکے خالص اسلامی بنیادی اور اسلامی تعلیمات پر معاشرہ کی تشکیل دیں موجودہ حالات کا ہم سے یہی مطالبہ ہے اور وقت ہم سے اسی کا تقاضا کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے اور خود اسلامی احکامات وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

(بقیہ: ص ۵۲ کا)

ایک مرتبہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس طرح خاموش بیٹھے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں کہ کچھ لوگ آئے اور عرض کیا "اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو حسن اخلاق سے آراستہ وپیراستہ ہونے پر انہیں اکساتے تھے اور انہیں خوش اخلاق، نرم خو اور نرم زبان ہونے کی تلقین فرماتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح سے احساس تھا کہ طبیعتوں کی درستگی نفوس کے تزکیہ اور انسان کی آراستگی میں حسن اخلاق کا کردار نمایاں ہے۔ صحابہ کرام آپ کی اخلاقی تعلیمات کو بغور سنتے اور اپنی آنکھوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کا مشاہدہ کرتے تھے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے پیش آتے تھے، چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر عمل کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اختیار کرتے تھے جس سے ایک ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آیا جس کی ہمسری وبرابری تاریخ انسانی میں کوئی معاشرہ نہ کرسکا۔

آج ضرورت ہے کہ ہم لوگ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے، اپنی دنیا وآخرت کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے اخلاق وکردار کو درست کریں، درستگی کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے چال چلن، بول چال، اور طور طریقے کو اسلامی تعلیمات کے تابع کردیں۔ جب ہم اپنے کردار وگفتار کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال دیں گے تو خود بخود اخلاق حسنہ کے مالک بن جائیں گے۔

اللہ رب العزت ہم تمام لوگوں کو کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عقیدہ و منہج

(پہلی قسط)

# عصر حاضر میں غلو کے مظاہر

● سعید احمد بستوی

اعتدال کا دامن جب انسان کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے تو وہ جن ہلاکت خیز وادیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے ان میں سے ایک غلو بھی ہے، عصر حاضر میں دین کا کوئی بھی گوشہ غلو سے محفوظ نہیں رہا ہر شعبہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی دینی ہو یا دنیوی، معاشی ہو یا معاشرتی سیاسی ہو یا دینی اعتقادی ہو یا عملی ہر شعبہ غلو اور افراط وتفریط کا شکار ہے عصر حاضر میں غلو کے چند مظاہر جن کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے غلو کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''کسی کی تعریف یا مذمت میں حدود کو پامال کرتے ہوئے مبالغہ آمیزی سے کام لینا جس کا وہ مستحق نہیں۔ (اقتضاء الصراط المستقیم: ۱/ ۲۸۹)

حافظ ابن حجر نے غلو کی تعریف یوں کی ہے: حدود کو پامال کرتے ہوئے مبالغہ آمیزی اور شدت پسندی سے کام لینا۔ (فتح الباری، ۱۳/ ۲۷۸)

اس کا مقصد وما حصل یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے جو حدود وقیود اور ضوابط مقرر کئے ہیں ان کو پامال کر کے اس میں اپنی طرف سے کمی یا زیادتی کرنا غلو ہے۔

**(۱) کتاب وسنت کے افہام وتفہیم میں غلو:**

(الف) نصوص کی ایسی تعبیر وتاویل تفسیر جو شریعت کے عام مزاج اور اس کے بنیادی مقاصد کے خلاف ہو جس کی وجہ سے مفسر خود بھی دوسروں کو بھی مشقت میں مبتلا کرتا ہے۔

(ب) قرآن مجید کے معانی میں بے جا انہماک جس کا مسلمانوں کو مکلف نہیں کیا گیا۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں: ومن طماح النفوس الی مالم تکلف نشأت الفرق کلها او اکثرها (الموافقات للشاطبی: ۲/ ۸۹ بحوالہ الغلو فی الدین)

اکثر باطل فرقے ایسی چیزوں میں انہماک کی وجہ سے وجود میں آئے جن کا انہیں مکلف نہیں بنایا گیا تھا شرعی احکام پر عمل کرنے میں غلو اس کی مختلف صورتیں ہیں:

(الف) تقرب الٰہی کے لئے ایسے ذرائع ایجاد کرنا جس کا شریعت میں کوئی اتہ پتہ یا وجود وثبوت نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے آپ کی نظر ایک شخص پر پڑی جو دھوپ میں کھڑا ہوا تھا آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ابو اسرائیل ہیں۔ انہوں نے دھوپ میں کھڑے رہنے اور کسی سے گفتگو نہ کرنے کی نذر مانی ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان سے کہہ دو کہ یہ بیٹھ جائیں، سایہ حاصل کریں بات چیت کریں اور اپنے روزے کو (شرعی طریقے) مکمل کریں۔ (صحیح ارواء الغلیل: حدیث ۲۵۹۱)

اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا۔

بخاری ومسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ تین آدمی (حضرت علی، عبداللہ بن عمرو بن عاص وعثمان بن مظعون) ازواج مطہرات کے پاس رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے آئے ان حضرات کوآپ کی عبادت کاعلم ہوا تو انہیں مقدار عبادت کم نظر آئی وہ کہنے لگے ہم کوبھلا رسول ﷺ کی ذات والاصفات سے کیانسبت ہوسکتی ہے آپ تو بخشے بخشائے ہیں آپ کے لئے اتنی ہی عبادت بہت ہے، پھر ایک صاحب بولے میں تو پوری پوری رات نماز پڑھوں گا کچھ بھی نہ سوؤں گا دوسرے نے کہااور میں توہمیشہ روزہ رکھوں گا کسی دن بے روزہ نہ رہوں گا تیسرے نے کہا میں توعورتوں سے کنارہ کش رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا (تا کہ عبادت میں رکاوٹ نہ ہو) رسول اللہ ﷺ کو جب ان تینوں حضرات کی باتیں معلوم ہوئیں تو آپ ان سے ملے اور فرمایا: کیاتم ہی لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے، اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور بے روزہ بھی رہتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس کو مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ثواب سمجھ کر ضروریات زندگی کو ترک کردینا شرعاً درست نہیں۔

کسی متعلق رائے قائم کرنے میں غلو سے کام لینا بعض حضرات کی یہ عادت یا فطری کمزوری ہوتی ہے کہ جب انہیں کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی عقیدت میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ اس کو عصمت کے درجے میں پہنچادیتے ہیں اور اگر اس سے نفرت ہو تو اسلام ہی سے خارج کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔

غلو کسی فعل کے ارتکاب میں ہی نہیں ہوتا بلکہ کسی کام کے ترک کرنے میں بھی ہوتا ہے پاکیزہ وحلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلینا اور اس کو چھوڑ دینا یہ بھی غلو کی ایک قسم ہے اگر طبعی کراہت کی وجہ سے کسی حلال چیز کو ترک کردے تو یہ غلو نہیں ہے وہ حلال تو سمجھتا ہے مگر طبیعت اس کے استعمال پر آمادہ نہیں ہے جیسا کہ ضب، گوہ، شرعاً حلال ہے مگر آپ اسے ناپسند فرماتے تھے۔

غلو شرک کا ذریعہ ہے،" حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا اے محمد! اے ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے! ہم سے بہتر اور بہتر کے بیٹے! رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے، اے لوگو! تقویٰ کولازم پکڑ لو، کہیں شیطان تم کو گمراہ نہ کردے میں محمد بن عبداللہ ہوں اللہ کا بندہ ہوں اس کا رسول ہوں، اللہ کی قسم! مجھے ہرگز اس مقام سے بلند نہ کرو جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں نبی کریم ﷺ کی مدح سرائی میں مبالغہ آرائی وغلو کرنے کی ممانعت پائی جارہی ہے،۔

اللہ کا ارشاد ہے:قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ (المائدہ:۷۷) آپ فرمادیجئے اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (نساء:۱۷۱) اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور اللہ تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے ایک کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہیں۔

بنی آدم میں شرک محض صالحین کی بابت شدت غلو کی بنا پر پیدا

ہوا، غلو کہتے ہیں عقیدہ وقول کے ساتھ کسی کی تعظیم میں مبالغہ آرائی اور زیادتی کی جائے۔

یعنی ان کی تعظیم میں زیادتی مت کروان کو اس مقام سے بلند کردو جہاں اللہ نے انہیں رکھا تھا اور اس مقام پر پہنچادو جو صرف اللہ واحد کے لئے سزاوار ہے۔

یہاں آیت میں خطاب اگر چہ اہل کتاب کو ہے لیکن وہ تمام امت کے لئے عام ہے ان کو منع کیا گیا کہ وہ اپنے انبیاء کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ کیا۔

''مجھے میرے مقام سے اس قدر نہ بڑھا دینا جس قدر عیسائیوں نے جناب عیسیٰ کو بڑھا دیا تھا میں صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہا کرو۔

درجۂ عبدیت وشان معبودیت کے درمیان جو فرق ہے وہ بارگاہ رحمۃ للعالمین میں اتنا زیادہ ملحوظ تھا کہ اگر کسی خطیب نے ماشاء اللہ ورسولہ کہا یعنی اللہ اور رسول کو بلا کسی فصل کے ایک جملہ میں جمع کر دیا تو اسری معراج کی رات عبدیت کا خطاب پانے والے نبی کی غیرت عبدیت کو گوارہ نہ ہوا کہ شان معبودیت کے ساتھ درجہ عبدیت کو اکٹھا کر دیا جائے آپ نے خطیب کو سخت تنبیہ کی بلاشبہ آپ حوض کوثر شافع محشر اور مقام محمود پر فائز ہیں قیامت کے دن شفاعت کے حقدار جملہ انبیاء ورسل میں سب سے افضل حسب ونسب میں سب سے اعلیٰ تمام نبیوں کے خاتم اور اللہ کی طرف سے بہت ساری خوبیوں اور انعامات کے مالک ہیں مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی بے جا تعریف سے منع کر دیا تھا۔

عصر حاضر میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو حب رسول کا مظاہرہ کرتے ہوئے سڑکوں، گلیوں، پارکوں، گھروں، دوکانوں میں چلتے پھرتے شرکیہ اشعار گنگناتے پھرتے ہیں۔ نعوذ باللہ

مثلاً: یہ اشعار غلو عقیدت کی آئینہ دار ہیں۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اسی قبیل کے بعض لوگوں نے رسول ﷺ کے رتبے کو اتنا بڑھایا کہ ''م'' کا پردہ ہٹادیئے ہیں اور آپ کو بے میم احمد بنا دیا، یہ غلو عقیدت کی کرشمہ سازی آپ کی بشریت کو درجۂ الوہیت سے ملادے اور الوہی اوصاف کو، قدر سالت پر چسپاں کرنے کی کوشش کرے یا چسپاں کر دے یہی اندھی عقیدت ومحبت انسان کی گمراہی کا پیش خیمہ بنتی ہے۔

اگر شاعر کے جذبات کو دین وشریعت قابو میں نہ رکھیں تو مذہبی عمل مذہب کی تباہی اور بربادی کا ذریعہ بن جاتا ہے اس جیسی عقیدت نے دنیا کے تمام مذاہب کا بیڑہ غرق کیا ہے۔

ایسے ہی لوگ محبت کے نام پر غلو اور اطراء کے شکار ہوئے ہیں جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں غلو کر کے ان کو الوہیت کا جز بنادیا اور یہودیوں نے حضرت عزیر کو لیکن عصر حاضر کے بدعتی قسم کے لوگ باز نہ آئے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور نبی کریم سے سخت تضاد کا برتاؤ کیا اور یہودیوں وعیسائیوں کے شرک وغلو کی پوری نقل کی چنانچہ صالحین کی قبروں پر مسجد اور قبے تعمیر کیے ان میں نمازیں پڑھیں اور ان نمازوں میں قبروں میں مدفون شدہ بزرگوں کی تعظیم کا ارادہ چھپا ہوا تھا انہوں نے قبروں کا طواف کیا اور مصائب دور کرنے اور حاجات پوری کرنے کے لئے ان سے فریاد کی ان کو مشکل کشا اور حاجت

روا بنایا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ملک الموت آیا تو آپ نے اپنی چادر ہٹائی اور اسی حالت میں ارشاد فرمایا: یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بناڈالیں۔(متفق علیہ)

جب انبیاء کی قبروں پر مسجد بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے تو دوسری قبروں پر اور زیادہ لعنت وملامت ہے۔(متفق علیہ)

مولانا اقبال کیلانی رقمطراز ہیں: دین اسلام کی جتنی رسوائی خانقاہوں، مزاروں، درباروں، آستانوں پر ہورہی ہے شاید غیر مسلموں کے مندروں، گرجا گھروں اور گردواروں میں بھی نہ ہوتی ہو بزرگوں کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا، ان کی تزئین وآرائش کرنا، ان پر چراغاں کرنا، پھول چڑھانا انہیں غسل دینا ان پر مجاوری کرنا ان پر نذر ونیاز چڑھانا، وہاں کھانا اور شیرینی تقسیم کرنا، جانور ذبح کرنا، وہاں رکوع وسجود کرنا، ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے ہونا، ان سے مرادیں مانگنا ان کے نام کی چوٹی رکھنا، ان کے نام کے دھاگے باندھنا، ان کے نام کی دہائی دینا تکلیف اور مصیبت میں انہیں پکارنا، مزاروں کا طواف کرنا، طواف کے بعد قربانی کرنا اور سر کے بال مونڈ لینا، مزار کی دیواروں کا بوسہ لینا، وہاں سے خاک شفاء حاصل کرنا، ننگے قدم مزار تک پیدل چل کر جانا اور الٹے قدم لوٹنا یہ سارے افعال تو وہ ہیں جو ہر چھوٹے بڑے مزار پر روزمرہ کا معمول ہیں۔

اور جو مشہور اولیاء کے مزار ہیں ان میں ہر مزار کا کوئی نہ کوئی امتیازی وصف ہے مثلاً بعض خانقاہوں پر بہشتی دروازے تعمیر کئے گئے ہیں جہاں سجادہ نشین، نذرانے وصول کر کے جنت کی ٹکٹکیں تقسیم کرتے ہیں۔(توحید کے مسائل:۵۷)

قبروں کی زیارت کے بارے میں رسول اکرم کی سنت اور صحابہ کرام کے عمل سے موجودہ مسلمانوں کے طرز عمل کا موازنہ کیا جائے تو دونوں میں بڑا فرق اور تضاد پایا جاتا ہے رسول اکرم ﷺ نے قبروں کے پاس نماز پڑھنے اور ان کو قبلہ بنانے اور اس کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے مگر آج وہاں نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور ان پر مسجدیں بنائی جاتی ہیں آپ ﷺ نے چراغ جلانے سے منع فرمایا مگر آج وہاں چراغاں کیا جاتا ہے۔آپ ﷺ نے وہاں میلہ لگانے، عید اور جشن منانے سے منع فرمایا مگر یہ ساری چیزیں آج وہاں ہورہی ہیں آپ نے قبروں کو زمین کے سطح کے برابر کرنے کا حکم دیا تھا جب کہ آج قبروں کو زمین سے بلند کیا جارہا ہے، ان پر گنبد تعمیر کئے جارہے ہیں ان کو قبہ دار بنایا جارہا ہے اور ان پر عمارتیں بنائی جارہی ہیں، آپ نے قبروں پر نام کندہ کرنے سے منع فرمایا تھا مگر آج ان پر نام کندہ کیا جارہا ہے ان پر ناموں کی تختیاں چسپاں کی جاری ہیں ان پر قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں غرض جن باتوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا وہ ساری باتیں آج پورے شدومد کے ساتھ انجام دی جاری ہیں۔

اس طرح کی بے شمار بداعتقادیاں کھلے عام ہوتی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کی اس حالت زار پر آج علامہ اقبال کا یہ تبصرہ کس قدر صادق آتا ہے۔

ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے  
کیوں نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے

علامہ حالی نے کہا تھا ؎

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر  
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

جھکے آگ پر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ جاجا کے نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

کچھ لوگوں نے ولایت کا حربہ استعمال کر کے سادہ لوح انسانوں کو خوب گمراہ کیا اس کو جلب منفعت اور مال حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا لوگوں کو یہ باور کرایا گیا ان کی ذہن سازی کی گئی کہ ولی کا دامن تھامے بغیر جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ محال ہے، قبروں میں مدفون شدہ اولیاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قبروں سے نکل کر اس جہاں میں تصرف کرتے ہیں۔ان کی شان میں اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے کہ انہیں رسول سے افضل قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے بلکہ بعض لوگ تو انہیں اللہ سے بھی اونچا مقام عطا کرنے کی صریح جسارت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! دین میں غلو اختیار کرنے سے بچو، کیونکہ اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔

غلو جسموں کی ہلاکت کا سبب ہے یعنی جب انہوں نے غلو کیا تو اللہ کی اطاعت سے نکل گئے پھر اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔غلو، گذشتہ امتوں کی تباہی کا سبب ہے جیسا کہ سابقہ امتوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے اور جو چیز ہلاکت کا سبب بنے وہ حرام ہوتی ہے۔

**عبادت میں لوگوں کی قسمیں:**

اس معاملے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مقررہ حد سے بڑھ جانا۔ (۲) حد سے زیادہ غفلت اختیار کرنا۔ (۳) درمیانی راہ اختیار کرنا۔ اللہ کے دین میں ایک گروہ غلو کرنے والا ہے دوسرا بالکل ہی سستی کرنے والا اور تیسرا گروہ معتدل لوگوں کا ہے جو غلو کرتے ہیں نہ سستی کرتے ہیں بلکہ درمیانی راہ پر چلتے ہیں لہٰذا دین میں تشدد جائز ہے اور نہ ہی غفلت جائز ہے۔

غلو کی مندرجہ ذیل چار قسمیں ہیں:

(۱) عقیدے میں غلو۔ (۲) عبادت میں غلو (۳) معاملات میں غلو (۴) عادات میں غلو۔

عقیدے میں غلو سے مراد، جس طرح فلسفی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرنے میں اتنا تشدد اور باریکی والا عقیدہ اپنایا کہ وہ یقینی طور پر ہلاکت کے گھڑے میں گر گئے اپنے عقیدے کی رو سے دو میں سے ایک رائے اختیار کرنے کے پابند ہو گئے کہ یا تو وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ کر دیں یا مکمل طور پر اس کی نفی کر دیں۔

ایک گروہ ان لوگوں کا بن گیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دے دیا اور صفات ثابت کرتے کرتے اس حد تک پہنچ گئے کہ جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے نفی کی تھی انہوں نے وہ ثابت کر دیں۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا بن گیا جنہوں نے اللہ کی صفات کی نفی کر دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے بالکل پاک

اور منزہ ہے، اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی بھی نفی کر دی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ثابت کی ہیں۔

تیسرا گروہ متوسط لوگوں کا ہے، جنہوں نے درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے اثبات میں تشدد کا راستہ اپنایا اور نہ ہی صفات کی نفی کی بلکہ ظاہری الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے یہ کہا کہ جو صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ثابت کی ہیں ان پر اسی طرح ہمارا ایمان ہے یہ آخری گروہ ہلاکت سے بچ گیا اور سیدھے راستے پر رہا۔

**عبادت میں غلو سے مراد:**

عبادت میں تشدد سے کام لینا یہ خیال کرنا کہ کسی کی کوتاہی کی وجہ سے انسان کافر بن جائے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا مثلاً خوارج اور معتزلہ کا غلو کہ وہ کہتے ہیں کہ جس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اسے قتل کرنا اور اس کے مال پر قبضہ کرنا حلال ہے انہوں نے حکمرانوں سے بغاوت کرنا اور انہیں قتل کرنا جائز قرار دیا ہے اسی طرح معتزلہ کہتے ہیں کہ جس نے کبیرہ گناہ کیا وہ ایمان پر ہے اور نہ کفر پر بلکہ درمیان میں رہ جاتا ہے یہ تشدد انہیں ہلاکت کی طرف لے گیا۔

اس سختی اور تشدد کے مقابلے میں مرجیہ نے اتنا آسانی اور نرمی والا موقف اپنایا اور کہا کہ قتل زنا چوری، شراب خوری اور دیگر کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے انسان کے ایمان پر کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ اس کا ایمان بدستور حضرت جبرئیل اور حضرت محمد ﷺ جیسا ہی ہے۔ (نعوذ باللہ)

ان کے نزدیک ایمان صرف اقرار کا نام ہے اس میں اعمال ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ ابلیس بھی مومن ہے کیونکہ اس نے بھی اقرار کیا تھا اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اسے تو اللہ نے کافر قرار دیا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ اب اس کا اقرار سچا نہیں رہا بلکہ وہ جھوٹا ہو چکا ہے یہ آج کے دور میں لوگوں کی اصلاح کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن ان کے راہ راست سے دور ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور وہ بھی ہلاکت میں پڑ گئے۔

تیسرا گروہ اہل سنت کا ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی نافرمانی کرنے والے شخص کا ایمان اس کی نافرمانی کے بقدر ناقص ہوتا ہے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا الا یہ کہ کوئی شرعی نص ہو کہ اس نے کفریہ کام کیا ہے۔

**معاملات میں غلو سے مراد:**

معاملات میں اتنا تشدد کی کہ ہر چیز کو حرام قرار دینا مثلاً کوئی ذریعہ استعمال کرنا حرام ہے یا اپنی ضروریات زندگی سے زائد مال رکھنا حرام ہے وغیرہ۔ یہ صوفیاء کا عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں جو دنیا میں مشغول ہو گیا گویا وہ آخرت کی بہتری کا خواہشمند نہیں ہے اسی طرح ان کے نزدیک ضروریات زندگی سے زائد خریدنا بھی جائز نہیں ہے۔

اس کے مقابلے میں حد سے زیادہ نرمی اور آسانی کا مظاہرہ کرنے والا گروہ کہتا ہے کہ مال وغیرہ بڑھانے کے لئے سب کچھ جائز ہے حتی کہ سود، دھوکے وغیرہ سے مال جمع کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے یہ لوگ سودا بیچنے میں قیمت اور وصف وغیرہ کا جھوٹ بول کر مال جمع کرتے ہیں۔ تیسرا صحیح مسلک یہ ہے کہ شریعت کے موافق تمام معاملات حلال ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ: **وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** (بقرہ:۲۷۵) حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ لہٰذا، ہر چیز حرام نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ خرید وفروخت کرتے تھے اسی طرح صحابہ بھی خرید وفروخت کرتے تھے۔

**عادات میں غلو:**

جب ایسی عادت ہو کہ اس کو چھوڑنے سے کوئی دوسری ایسی عادت پڑ جائے جو انسان کو عبادت کی طرف منتقل کر دے تو اسے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ کوئی ایسی عادت جو کسی دوسری اس سے اچھی اور مفید عادت کی طرف منتقل نہ ہونے دے تو یہ غلو ہے۔ جس سے منع کیا گیا۔ اگر کوئی ایسی عادت جو مصالح کے برابر لیکن اس میں یہ خطرہ ہو کہ یہ لوگوں کو آہستہ آہستہ دین سے دور کر دے گی اور غفلت کا باعث بنے گی تو اس سے بھی احتیاط واجتناب کی ضرورت ہے۔

**حدیث پاک کے فوائد:**

دین میں غلو اور سختی کرنا مذموم عمل ہے اور دین غالب ہونے آیا ہے نہ کہ مغلوب۔ صحابہ کرامؓ کی تربیت کرنے میں نبی ﷺ کی فہم وفراست کا بیان اور ان کو آگاہ کرنا کہ غلو کے نتائج سابقہ امتوں میں اچھے نہ تھے۔ غلو ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔ (پیارے رسول کی پیاری وصیتیں، شیخ البانی ص ۲۹۰-۲۹۳)

رسول اکرم ﷺ سے محبت رسالت محمدی پر ایمان کا بنیادی تقاضا ہے، رسول اکرم سے سچی محبت کی جائے؟ اس کے آداب وطریقے کیا ہیں؟ انہیں طریقوں کے مطابق آپ سے محبت کی جائے، مگر بعض لوگوں نے محبت رسول کے حوالے سے غلو کی راہ اپنائی اور ایسے ایسے طریقے اختراع وایجاد کر لئے جن سے محبت کے بجائے عداوت کا اظہار ہوتا ہے۔

مثلاً آپ کو زندہ تصور کرنا، کچھ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں باحیات ہیں حالانکہ:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾

یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ (سورہ زمر آیت نمبر ۳۰)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿١٤٤﴾ [۱۴۴:۴] اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾ [سورہ انبیا ۳۴]

آپ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے ہیشگی نہیں دی، کیا اگر آپ مر گئے تو وہ ہمیشہ کے لئے رہ جائیں گے۔

آپ ﷺ کی وفات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اماں عائشہؓ سے مروی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس مرض میں جس میں آپ وفات پا گئے، اس سلسلے میں حضرت ابوبکرؓ کا وہ خطبہ مشہور ہے جو آپ نے اس وقت دیا تھا۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾

سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے جوں ہی ابوبکرؓ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا انتہائی حیرت زدہ رہ گیا، پھر مجھے وفات رسول کا یقین ہو گیا۔ (بخاری، باب مرض النبی)

ان صریح نصوص کے باجود یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں ایک غیر اسلامی نظریہ ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

**رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر وناظر سمجھنا:**

عصر حاضر میں بعض حضرات نے یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے کہ آپ حاضر وناظر ہیں آپ ہر جگہ موجود رہتے ہیں اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہوگا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرماتے ہیں۔ بریلوی مکتب فکر کے ایک صاحب قلم لکھتے ہیں کہ نبی ہر آن اور ہر مقام پر حاضر وناظر ہیں۔(تسکین الخاطر ۵)

نصوص کے ذریعے اس باطل عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔

تِلْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۹﴾ [۱۱:۴۹]

یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی وحی ہم آپ کی طرف کرتے ہیں انہیں اس سے پہلے آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم، اس لئے آپ صبر کرتے رہیئے (یقین مانیئے) کہ انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے (ہود:۴۹)

ذَٰلِكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوٓا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ ﴿۱۰۲﴾ [۱۲:۱۰۲]

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے۔(یوسف:۱۰۲)

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّٰهِدِينَ ﴿۴۴﴾ [۲۸:۴۴]

اور طور کے مغربی جانب جب کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی، نہ تو تو موجود تھا اور نہ تو دیکھنے والوں میں سے تھا۔(قصص:۴۴)

ان نصوص میں عقیدہ ناظر کی تردیدی کی گئی ہے۔

**آپ کو عالم الغیب سمجھنا:**

قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۸﴾ [۷:۱۸۸]

آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔(اعراف:۱۸۸)

**محفل میلاد منعقد کرنا:**

محبت رسول کی مروجہ صورتوں میں سے ایک صورت محفل میلاد کا انعقاد ہے کچھ نادان محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کے لئے ہر ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد منعقد کرتے ہیں جو کہ صریح بدعت ہے کیونکہ نہ رسول نے اس کا حکم دیا اور نہ صحابہ کرام سے یہ عمل ثابت ہے آپ کی وفات کے چار سو سال بعد خلفاء فاطمیین نے اسے ایجاد کیا تھا۔(محبت رسول حقیقت اور تقاضے، ابوکلیم مقصود الحسن فیضی، ۲۳۵)

**نعت رسول میں غلو:**

نعت رسول محبت رسول کا لازمی تقاضا ہے صحابہ کرام اور اسلاف عظام نے نظم ونثر میں آپ کی مدح کی ہے نعت گوئی حقائق پر مبنی ہونی چاہئے اس کے بجائے آج کل کی طرح نعت رسول میں آپ کو ایسے اوصاف سے متصف کرنا جو آپ کے شان

بشریت کے خلاف ہوں یا جو اوصاف آپ میں نہ پائے جاتے ہوں انہیں آپ کی جانب منسوب کرنا شرعاً جائز نہیں ہے رسول اکرم ﷺ ہر اس بات کی اصلاح فرماتے تھے جو حقائق کے خلاف ہوتی اسی کا نتیجہ تھا کہ شعراء صحابہ کی نعتیں غلو وافراط سے پاک تھیں لیکن بعد میں علم کی کمی اور نبی سے جھوٹی محبت کے جذبے نے غلو کی شکل اختیار کر لی اور شرک وکفر کے الفاظ نعتیہ شاعری کا جزو بن گئے۔

خصوصاً عصر حاضر میں یہ بات عام ہے حتی کہ بعض توحید کے دعوے دار شعراء کا کلام بھی اس عیب سے پاک نہیں ہے۔ (محبت رسول حقیقت اور تقاضے۔ ۲۶۶)

**ائمہ پرستی:** عصر حاضر میں ائمہ پرستی اور تقلید شخصی نے حبک الشئی یعمی ویصم کا درجہ لے لیا اور پورے ملک ہندوستان بلکہ عرب وعجم میں اس کی تشہیر کی گئی کانفرنسیں ہوئیں اجلاس ہوئے جملہ مقلدین ہم نوالہ وہم پیالہ ہوگئے، اور اپنے بڑوں کی بڑائی بیان کر کے عوام کو گمراہ کرنے میں لگ گئے بغیر کسی دلیل کے کسی کی بات نہیں مانی جاسکتی اندھا دھند بڑوں کی ماننا ان کو پوجنا ہے۔

**امم سابقہ مقلد تھیں:**

حضرت ابراہیمؑ نے قوم کو وحی الٰہی کی طرف بلایا تو انہوں نے جواب دیا۔ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ﴿۵۳﴾ ''پایا ہم نے اپنے آباء واجداد کو واسطے ان کی عبادت کرنے والے۔

اے ابراہیم ہم تیری تبلیغ وعظ ونصیحت سے اپنے آباء کا مذہب نہیں چھوڑ سکتے ہم وہی کریں گے جو وہ کرتے تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴿۲۱﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی وحی کی تابعداری کرو تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو جس طریق پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اسی کی تابعداری کریں گے، اگر چہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔

اس آیت میں اللہ نے آباء واجداد کے بے سند طریقے مذہب کو شیطان کی دعوت اور پکار کہا ہے یعنی جب لوگوں کو مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے بڑوں کے طریقے پر چلیں گے گویا قرآن کی دلیل کے مقابلے میں انہوں نے بڑوں کو پیش کیا۔

لیکن قرآن وحدیث کے بغیر کسی عقیدے یا عمل اور مسئلے کو دین سمجھ کر اپنانا یا اس پر عمل کرنا دوزخ میں جانا ہے، بلا دلیل قول امام کو دین ماننے والو لرز جاؤ، **قبول قول الامام بلا دلیل** کی زنجیر گردن سے اتار دو، تقلید کی ظلمت زار سے نکل کر تحقیق کی روشنی میں آجاؤ۔ یاد رہے کہ تقلید میں نہ دلیل ہوتی ہے نہ علم **لیس التقلید بعلم ولا المقلد بعالم** (مرجان شرح توضیح تلویح) تقلید علم نہیں ہے اور نہ مقلد عالم ہوتا ہے۔ مقلد کی دلیل اس کے امام کا قول ہے۔ فقہاء نے جو تقلید کی یہ تعریف کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تقلید دلیل وعلم سے مبرا ہوتی ہے اور مقلد بغیر دلیل اور علم کے مذہبی عقائد مانتا اور اعمال بجالاتا ہے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں:

اگر تقلید بودے شیوہ خوب<br>
پیمبر ہم رہے اجداد رفتے

اگر تقلید اچھا طریقہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنے آباء واجداد کے راستے پر چلتے۔ (جاری)

تزکیۂ نفس

# حسن خلق

• عبداللہ محمد صدیق سنابلی
مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، کھیڈ

دراصل حسن اخلاق ایک ایسا جامع لفظ ہے جو اپنے اندر ہر ان پاکیزہ خصائل کو سموئے ہوئے ہے جس سے انسان کے کردار میں حسن ونکھار آتا ہے۔ اس کے دل ودماغ اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، اس کو رفعت وبلندی حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی قربت حاصل کرنے کا راستہ آسان ہوجاتا ہے۔

اگر کتاب وسنت کی تعلیمات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو اخلاق حمیدہ کا پیکر بنائے کہ جس سے اس کے دین وایمان کی تکمیل ہوسکے اور اس کی شخصیت ایک مثالی شخصیت بن جائے۔

حسن اخلاق یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے شایان شان معاملہ کیا جائے، دوسروں کے لئے وہی پسند کیا جائے جو خود اپنے لئے پسند کیا جائے اور جو خود اپنے لئے ناپسندیدہ ہو وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند ہو، دوسروں کے ساتھ بھلائی، عفو وکرم اور سخاوت وفیاضی کا معاملہ کیا جائے، ان کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں پر صبر کیا جائے، کسی کو ضرر اور اذیت نہ پہنچائی جائے، ملاقات کے وقت مسکراتے ہوئے اور چہرے پر شگفتگی بکھیرے ہوئے ملا جائے۔

انسان ہونے کے ناطے ہر شخص سے شعوری وغیر شعوری طور پر اچھے وبرے کام سرزد ہوتے رہتے ہیں اگر انسان اپنے اندر نیکی بھلائی، صدق و صفا، جود وکرم، شفقت ورحمت، عدل وانصاف، ایثار وقربانی، صبر وتحمل اور شرم وحیا جیسے عظمت کردار کی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان پاکیزہ خصائل کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اخلاق حمیدہ کے یہ اوصاف اس کے لئے کافی آسان ہوجاتے ہیں، اس کے اپنانے میں اسے کسی قسم کی دقتیں اور رکاوٹیں پیش نہیں آتیں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب بچپنے ہی سے اس کی اصلاح وتربیت اچھے ڈھنگ سے کی گئی ہو۔

اور اگر عہد طفولیت میں اس کی تعلیم وتربیت صحیح ڈھنگ سے نہ کی جائے اور اسے مہذب وبااخلاق نہ بنایا جائے تو اکثر وبیشتر ایسا انسان اخلاق حمیدہ کو اپنانے کے بجائے اخلاق رذیلہ کا شکار ہوجاتا ہے اور اسے بری چیزیں محبوب اور اچھی چیزیں ناپسند لگنے لگتی ہیں، اس طرح جھوٹ، غیبت، خیانت، بہتان، ہٹ دھرمی، ظلم وتعدی اور عیاری ومکاری جیسی ذلیل خصلتیں اس کی زندگی کے لئے جزء لاینفک بن جاتی ہیں، جس سے اس کی دنیا و عاقبت دونوں تباہ وبرباد ہوجاتی ہے۔

دراصل حسن اخلاق اور بہترین کردار وہ عظیم خوبی ہے جس کے ذریعہ آدمی اپنے دشمن کو بھی دوست بنالیتا ہے اور بد خلقی وبدکرداری وہ بری بلا ہے جس کی وجہ سے اس کا دوست بھی دشمن بن بیٹھتا ہے اور ہر چہار جانب اسے رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے

اور اس کا چین وسکون غارت ہوجاتا ہے۔

دولت ہر زمانے میں ایک بڑی ہی دلفریب و پرکشش چیز مانی گئی ہے کہ جس سے انسان کی ساری ضروریات پوری ہوتی ہے، اس دولت سے انسان شاندار مکان تعمیر کرسکتا ہے لمبا چوڑا پلاٹ خرید سکتا ہے، بڑے بڑے کارخانے قائم کرسکتا ہے۔ انسان کے جسم تک کو بھی خرید سکتا ہے لیکن کسی کے دل کی دنیا کو نہیں خرید سکتا ہے۔

بلاشبہ تلوار مومن کا زیور ہے لیکن جو بات کردار میں ہے وہ تلوار میں کہاں۔ تلوار سر کاٹتی ہے اور کردار دل جیتتا ہے، تیر وتلوار کی طاقت سے کسی کے جسم کو چھلنی تو کیا جاسکتا ہے مگر اس کے دل کو جیتا نہیں جاسکتا۔ دلوں کو جیتنے کے لئے ضروری ہے حسن اخلاق وعظمت کردار کی۔

قوموں کی بقاء وترقی، ان کے تہذیب وتمدن کی نشوونما، اور ان کی قوت وطاقت کا استحکام اخلاق پر منحصر ہے۔ اگر ان کے اندر اچھے اور عمدہ اخلاق موجود ہوں گے، مروت وشرافت، فیاضی اور دریادلی، سخاوت، ایفائے عہد اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون جیسے جذبے سے سرشار ہوں گے۔ تو ترقی وعروج ان کا مقدر ہوگی، اور اگر ان کے اخلاق وکردار برے اور رذیل ہوں گے تو ان کی شان وشوکت، عظمت ورفعت، اخلاق کے زوال کے ساتھ ہی منہدم ہوجائے گی۔

کسی شاعر نے اخلاق کی اہمیت کو اپنے شعر میں اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

**وانما الامم الاخلاق مابقیت**

**فان ھم ذھبت اخلاقھم ذھبوا**

قومیں اس وقت تک زندہ رہتی ہیں جب تک ان کے اخلاق زندہ رہتے ہیں، اگر ان کے اخلاق میں زوال آجائے تو وہ بھی تباہ ہوجاتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ انسان کا کردار ہی اسے اونچا مقام عطا کرتا اور بلندی پر بٹھاتا ہے نیز لوگوں کی نگاہوں میں مقبول ومحبوب بناتا ہے۔ کریکٹر ہی دراصل وہ طاقت ہے جس کے بل پر کوئی قوم زندہ رہ سکتی ہے اور ترقی کرسکتی ہے اگر اس طاقت سے وہ محروم ہوجائے، اخلاقی حدود سے ناآشنا ہوجائے۔ نفسانی خواہشات کا شکار ہوجائے، تو ترقی کرنا تو درکنار ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا بھی محال ہوجائے گا۔

قرآن وسنت کی سچی تعلیمات نے ہمیں عمدہ اخلاق کو اپنانے کی تاکید کی ہے اور بتلایا ہے کہ اسلام کے آنے کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ لوگوں کے اذہان وقلوب کو، ان کی زندگیوں کو فضائل وآداب کی روشنی سے منور کردے نیز اخلاق حمیدہ کی موتیوں سے اس کے دامن کو بھردے۔

جیسا کہ رسول پاک ﷺ نے ایک موقع پر اپنی بعثت کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے بیان فرمایا ''**انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق**'' (مسند احمد)

میں اخلاق کریمہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

رسول پاک ﷺ حسن اخلاق کے ایک چلتے پھرتے نمونے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تمام دنیائے انسانیت کے لئے اسوہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاق وکردار کے سلسلہ میں جب حضرت عائشہ صدیقہ سے سوال کیا گیا۔ تو آپ نے جواب دیا: ''**الیس تقرأ القرآن، فان خلق نبی اللہ کان القرآن**'' کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے۔ بے شک نبی کریم ﷺ کے اخلاق قرآن تھے۔ (مسلم: ۷۴۶)

خود اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی تعریف کرتے ہوئے بیان فرمایا: ''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ [القلم: ۴]

اور بیشک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔

یعنی اے نبی آپ کے اندر تہذیب وشائستگی، شفقت ومحبت، امانت وصداقت، حلم وکرم جیسی اور دیگر اخلاقی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

پھر بھی اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝۳۴ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۳۵

برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔ [حم سجدہ: ۳۴-۳۵]

یہ ایک بہت ہی اہم اخلاقی ہدایت ہے کہ برائی کو اچھائی سے ٹالو۔ یعنی برائی کا بدلہ احسان کے ساتھ، زیادتی کا بدلہ عفو کے ساتھ، غضب کا صبر کے ساتھ، بے ہودگیوں کا جواب چشم پوشی کے ساتھ اور مکروہات (ناپسندیدہ باتوں) کا جواب برداشت اور حلم کے ساتھ دیا جائے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن دوست بن جائے گا، دور دور رہنے والا قریب ہو جائے گا اور خون کا پیاسا تمہارا گرویدہ اور جانثار ہو جائے گا۔

برائی کو بھلائی سے ٹالنے کی یہ خوبی اگرچہ نہایت مفید اور بڑی ثمر آور ہے، لیکن اس پر عمل وہی کر سکیں گے جو صابر ہوں گے، غصے پر قابو رکھنے والے اور ناپسندیدہ باتوں کو برداشت کرنے والے ہوں گے۔

اب آیئے ہم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں محاسن اخلاق کی اہمیت وفضیلت کو جاننے وسمجھنے کی کوشش کریں۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا، وخيار كم خيار كم لنسائهم**" (الترمذی: ۱۱۶۲)

ایمان والوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے بہتر ہوں۔

اسی طرح ایک دوسری روایت جس کے راوی حضرت ابودرداء ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، "**مامن شئی یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق، وان صاحب الخلق لیبلغ به درجة صاحب الصوم والصلاة**" (الترمذی، ۲۰۰۳-ابوداؤد ۴۷۹۹)

میزان میں رکھی جانے والی چیزوں میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی اور بے شک اچھے اخلاق والا اپنے حسن اخلاق کے ذریعہ صاحب صوم وصلاۃ کے درجے کو پالیتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ اچھے اخلاق رکھنے والے شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا سب سے زیادہ محبوب بندہ قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت اسامہ بن شریک فرماتے ہیں:

**کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانما علی رؤوسنا الطیر ما یتکلم منا متکلم اذ جاءہ ناس فقالوا: من احب عباد اللہ الی اللہ تعالی؟ قال احسنهم اخلاقا**" (ابن ماجہ، کتاب الطب: ۳۴۳۶)

(بقیہ: ص ۴۰ پر)

آئینۂ جماعت

# جماعتی سرگرمیاں

• دفتر صوبائی جمعیت

## ضلعی جمعیت اہل حدیث ممبرا

مورخہ ۳۱/اگست بروز اتوار بعد نماز عصر تا ۱۰/بجے شب ضلعی جمعیت اہل حدیث ممبرا کا ماہانہ اجتماع مسجد ومدرسہ الفرقان نزد کوثر ہوٹل، شیل، کوسہ ممبرا میں فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوا، عزیزم جریر مصطفی کی تلاوت قرآن مجید کے ذریعہ مجلس کا آغاز ہوا، برادر محمد اقبال چودھری صاحب نے حج سے متعلق کچھ بنیادی مسائل کو بیان کیا، اور شیخ شمیم احمد سلفی حفظہ اللہ نے حجاج کرام کی آسانی کے لئے حج کے احکام ومسائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عملی مشق بھی کر کے دکھایا، مولانا محمد ارشد سکراوی حفظہ اللہ نے عفت وعصمت کی حفاظت سے متعلق خطاب کرتے ہوئے موجوہ معاشرے میں بے حیائی وفحاشی کے دواعی واسباب کو بیان کیا اور اس سے دور رہنے کی نصیحت فرمائی، دوسرا سیشن، بعد نماز مغرب شروع ہوا، معزز مہمان فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللہ عبدالحمید حفظہ اللہ (بحرین) نے ''اصلاح عقیدہ کی اہمیت وضروت،، پر مدلل خطاب کرتے ہوئے سماج ومعاشرہ میں پھیلے ہوئے شرک اور مظاہر شرک کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے، کہا کہ خالص توحید وسنت پر استقامت وثبات قدمی ہی دنیا وآخرت میں کامیابی کی راہ ہے، فضیلۃ الشیخ ابورضوان محمدی حفظہ اللہ ''ملک کی آزادی میں علماء اہل حدیث کا کردار،، بیان کرتے ہوئے جماعت اہل حدیث کی تاریخ اور ملک کی آزادی میں ہر محاذ پر علمائے اہل حدیث کی قربانیوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ آج آزادی کا ہیرو انہیں بنا کا پیش کیا جاتا ہے جو انگریزوں کے وفادار رہے، اور آزادی وطن کے ہر محاذ کو کمزور کرنے کی کوشش میں سرگرم عمل نظر آئے، تاریخ شاہد ہے اہل حدیث علماء نے جاہ ومنصب اور جاگیروں کے لئے نہیں بلکہ صحیح عقیدہ ومنہج کی بنا پر اپنا دینی فریضہ سمجھ کر ملک کی آزادی میں دوسروں سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جس کے نتیجے میں سب سے زیادہ ظلم وستم کا نشانہ بنائے گئے، انہیں سولی پر چڑھایا گیا، دریائے شور اور کالا پانی بھیجا گیا، ان کے گھروں پر بلڈوزر چلایا گیا، مگر استخلاص وطن کے لئے انہوں نے سب کچھ برداشت کیا، شیخ محترم نے نصیحت فرمائی کہ ہمیں اپنے اسلاف کی قربانیوں کو یاد رکھنا چاہیے، بعد ازیں صدر اجلاس فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ کے صدارتی کلمات کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا، نظامت کے فرائض فضیلۃ الشیخ محمد مصطفی ثانی حفظہ اللہ (امام وخطیب مسجد اہل حدیث الفرقان) نے بحسن وخوبی انجام دیا، کثیر تعداد میں خواتین و حضرات شریک اجلاس ہوکر علماء کے بیانات سے مستفید ہوئے۔

## مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ، کرلا

مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ میں بروز جمعرات بعد نماز مغرب فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ کا خطاب ہوا جس میں آپ نے دلوں کی بیماریاں اور اس کا علاج کے عنوان سے خطاب فرمایا، آپ نے قلب مریض اور قلب سلیم کی وضاحت فرمائی نیز ہر کام دل کے مضبوط ارادے اور خالص کر کے آدمی کرے تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ بے انتہا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک سیٹھ نے اپنے خرچہ سے مسجد بنائی اور اس نے ٹھیکیدار کو تاکید کی تھی کہ اس میں صرف میرا پیسہ لگنا چاہئے، کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہونی چاہئے، حسب وعدہ ٹھیکیدار نے اس میں کسی کا روپیہ نہیں لگایا، پڑوس کی ایک بوڑھی عورت نے اپنے ہاتھ سے ایک جھوا (ٹوکری) بنایا اور اس کو ٹھیکیدار کو پیش کیا، اس نے لینے سے انکار کیا، مگر وہ بوڑھی عورت اصرار کرتی رہی، بالآخر اس نے اس ٹوکری کو لے لیا، اور اس میں مٹی وغیرہ بھر کر مسجد میں ڈالتے تھے، جب مسجد بن کر تیار ہوگئی تو سیٹھ بہت خوش ہوا، اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک محل ہے اور اس کے بازو میں بھی ایک محل ہے، اس نے کہا یہ کس کا محل ہے؟ اس کو تشویش ہوئی، اس نے ٹھیکیدار سے پوچھا، اس میں تم نے کسی اور کا روپیہ تو نہیں لگایا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ سیٹھ نے کہا: شام تک سوچ کر بتاؤ، اس کو بوڑھی کی ٹوکری یاد آگئی، اس نے بتایا، وہ سیٹھ بوڑھی کے پاس چل کر گیا اور کہا کہ اس ٹوکری کی قیمت لے لو، بوڑھی نے کہا: میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اس کی کوئی قیمت نہیں لے سکتی۔ بوڑھی نے کہا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ تم اتنا بضد ہو؟ تو اس نے کہا: اللہ نے تعمیر کے صلہ میں مجھے ایک مکان دکھایا اور اس کے پاس میں دوسرا مکان بھی ہے، بڑھیا نے کہا: یہی خواب تو میں نے بھی دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے کہ بندہ کتنا مخلص ہے، یہ ہے قلب سلیم۔

اور قلب مریض وہ ہے جو دل اللہ کی یاد سے غافل ہو اور اس کے حدود کا خیال نہ رکھتا ہو۔ نیز ارکان اسلام میں تساہل برتتا ہو اور بوجھ محسوس کرتا ہو، یہ قلب مریض ہے۔ شیخ نے مفصل بیماریوں کا تذکرہ کیا، عشا تک یہ خطاب جاری رہا، کافی لوگوں نے استفادہ کیا۔ مسجد کی انتظامیہ نے ضیافت فرمائی، فجزاہم اللہ خیرا۔ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو صحت وعافیت دے اور مزید آپ سے استفادہ کی توفیق بخشے، آمین۔

## ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ ایسٹ

۳۱/ اگست بروز اتوار عصر تا مغرب ضلعی جمعیت اہل حدیث نارتھ ایسٹ کا دعوتی واصلاحی پروگرام مسجد و مدرسہ محمدیہ گلشن نگر جوگیشوری ویسٹ میں منعقد کیا گیا، جس میں شیخ سعید احمد بستوی حفظہ اللہ نے تاریخ مکہ پر روشنی ڈالی اور وہاں کے حالات بیان فرمائے۔ اور شیخ محمد ایوب اثری حفظہ اللہ نے گناہوں کے اثرات انسانی زندگی پر کیسے مرتب ہوتے ہیں' وضاحت فرمائی، کہ جب انسان گناہ کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے تو وہ برائیوں کا عادی ہو جاتا ہے اور اسے سود وزیاں کا احساس نہیں ہوتا۔ الحمد للہ مرد وخواتین نے پروگرام میں شرکت فرمائی اور استفادہ کیا، انتظامیہ نے حاضرین

کی ضیافت فرمائی، فجزاہم اللہ خیراً۔

## جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی

جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کے زیر اہتمام بروز جمعہ ۲۲/اگست ۲۰۱۴ء بعد نماز عصر تا ۱۰ بجے رات جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کا ماہانہ پروگرام جامع مسجد سوداگر محلہ بھیونڈی میں منعقد ہوا۔ پروگرام کی ابتداء سہیل رفیق طالب جامعۃ التوحید کی تلاوت کلام پاک سے ہوئی، بعدازیں علماء کرام کے بیانات ہوئے۔ سب سے پہلا خطاب عبدالرحمن بن ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کا ''بازار کے آداب'' کے موضوع پر ہوا، اسکے بعد ابوزید ضمیر حفظہ اللہ، مقیم فیضی حفظہ اللہ، مقصودالحسن فیضی حفظہ اللہ، عبداللہ بن عبدالحمید حفظہ اللہ نے علی الترتیب ''ایصال ثواب کے جائز طریقے''، ''منہج سلف''، ''قبولیت عمل کے شرائط'' اور ''اصحاب غار'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔ آخر میں صدارتی خطاب ہوا امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا! آپ نے نوجوانوں کے موجودہ مسائل کے حوالے سے انتہائی مختصر، جامع اور برمحل مواعظ پیش فرمائے، آپ کے بیان کا خلاصہ موجودہ حالات کے اعتبار سے یہ تھا کہ مسلم نوجوانان گمراہ کن اطلاعات اورفتنوں سے دور رہیں۔ پروگرام کی نظامت استاذ جامعۃ التوحید بھیونڈی احسان اللہ مدنی نے کی۔

## مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، کھیڈ کی دعوتی سرگرمیاں

فضیلۃ الشیخ عبدالواحد انور یوسفی اثری حفظہ اللہ جو میدان دعوت وتبلیغ کے میر کارواں ہیں، آپ نے مہسلہ میں ائمہ ودعاۃ کے تعلق سے منعقد اجتماع میں شرکت فرما کر ''ائمہ ودعاۃ کو نصیحتیں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کے علاوہ روہا میں ''اسلام میں عورت کا مقام''، مہاڈ کے مضافاتی گاؤں میں نئی مسجد کے افتتاح کے موقع پر ''مسجد کی اہمیت'' نیز چپلون کی مسجد ''طوبیٰ'' میں اتباع سنت کے موضوع پر کتاب وسنت کی روشنی میں خطاب فرمایا۔

فضیلۃ الشیخ عرفان نوری حفظہ اللہ نیز عبداللہ محمد صدیق سنابلی حفظہ اللہ نے بھی مضافاتی دوروں کے ساتھ ساتھ مسجد دارالسلام رتناگری میں یکے بعد دیگرے مختلف موضوعات پر کئی خطبات جمعہ دیئے۔ رمضان کی ۲۵/ویں شب کو عبداللہ محمد صدیق سنابلی حفظہ اللہ نے روہا کی مسجد سلمان فارسی میں ''دلوں کی اصلاح کیوں اور کیسے؟'' کے موضوع پر مدلل خطاب کیا، مولانا عرفان نوری صاحب نے رمضان کی ۲۷/ویں شب میں ''رمضان کے بعد کیا؟'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

مرکز کے دیگر دعاۃ ومبلغین میں فضیلۃ الشیخ شفیق احمد رحمانی اور فضل الرحمن سنابلی نے بھی ادھلے بزرگ، پوفلون، سونس، امشیت، راجویل، چوگلے محلہ کرجی جیسے مضافاتی گاؤں میں موقع ومحل کے اعتبار سے مختلف عناوین پر خطابات کئے۔

حلقۂ ادب

# وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا

اسوہ خلیل کا ہو کہ سنت خلیل کی | کرتی ہے قدر دل سے یہ امت، خلیل کی

پیدا تو بت پرستی کے ماحول میں ہوئے | لیکن بتوں سے سخت تھی نفرت خلیل کی

دیکھا جو کائنات کا نقشہ تو رب ملا | کام آگئی نگاہ بصیرت خلیل کی

سمجھائے ''ابا جان'' کو توحید کے رموز | مشرک تھا، ڈانٹا، رد کیا دعوت خلیل کی

بت توڑ کے کلہاڑی بڑے بت پہ رکھ دیا | بے بس انہیں بتائیں، تھی حکمت خلیل کی

حیراں تھے لوگ آتش نمرود بجھ گئی | ایمان کیسا؛ کیسی تھی قوت خلیل کی

ماں باپ، خانوادہ، وطن سب کو تج دیا | بہر رضائے حق ہوئی ہجرت خلیل کی

تعمیل حکم رب میں ہوئی زندگی بسر | پوشیدہ بندگی میں ہے عظمت خلیل کی

قرباں پسر کو کر دیا آیا جو رب کا حکم | ضرب المثل ہے اب بھی عزیمت خلیل کی

ہر ابتلاء میں یونہی جو ثابت قدم رہے | چمکی بھی رب کے فضل سے قسمت خلیل کی

انسانیت کا رب نے بنایا انہیں امام | ہے نیک ذریت پہ بھی خلعت خلیل کی

ہم ابن ذبیحین کی امت میں ہیں شاداں | توحید پہ ہیں جو ہے وصیت خلیل کی

آیا ہے ماہ قرباں تقاضا لئے ہوئے
انورؔ اب آؤ ہم پڑھیں سیرت خلیل کی

از:
عبدالواحد انور یوسفی
کھیڈ، رتناگری

**Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai**

Published By

**SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI**

14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg Kurla (W) Mumbai-70

Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066 Email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com